جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

النور

رمضان الفضل

امان-شہادت ۱۳۹۸ ہش
مارچ-اپریل ۲۰۱۹ء

مسجد بیت العافیت-فلاڈیلفیا

Bait-ul-Aafiyat Mosque in Philadelphia

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان مساجد کا اپنے ۲۰۱۸ کے دورہ امریکہ کے دوران میں افتتاح فرمایا۔

Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

البقرہ ۲۵۸

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

النُّور

Al-Nur

ریاستہائے متحدہ امریکہ

جلد ۴۰ | امان۔شہادت ۱۳۹۸ ہش ـــ مارچ۔اپریل ۲۰۱۹ ـــ رجب۔شعبان، ۱۴۴۰ ہجری | شمارہ ۳۔۴

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝

﴿سورۃ النساء۴:۱۷۱﴾

--*-*-*-*

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آ چکا ہے۔ پس ایمان لے آؤ (یہ) تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ پھر بھی اگر تم انکار کرو تو یقیناً اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) صاحب حکمت ہے۔

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ ۔۔۔﴿سورۃ الزخرف ۴۳:۶۲﴾

اور وہ تو یقیناً انقلاب کی گھڑی کی پہچان ہو گا۔ پس تم اس ساعت پر ہرگز کوئی شک نہ کرو اور میری پیروی کرو۔

--*-*-*-*

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ ۔۔۔﴿سورۃ سبا ۳۴:۴﴾

جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ ساعت ہم پر نہیں آئے گی۔ تُو کہہ دے کیوں نہیں؟ میرے ربّ کی قسم! جو عالم الغیب ہے، وہ ضرور تم پر آئے گی۔

(۷۰۰ احکامِ خداوندی صفحہ ۱۰۹، ۱۱۳)

لکھنے کا پتہ:

Al-Nur@ahmadiyya.us

Editor Al-Nur, 15000 Good Hope Road

Silver Spring, MD 20905

اِس شمارے میں

خدا نے ابتدا سے اس اُمت میں دو گروہ ہی تجویز فرمائے ہیں

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۗ (سورۃ الواقعہ آیت ۴۰ تا ۴۱)

پہلوں میں سے ایک بڑی جماعت ہے۔ اور پچھلوں میں سے بھی ایک بڑی جماعت ہے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اگرچہ زمانہ فیج اعوج میں بھی کثیر گمراہوں کے مقابل نیک اور اہل اللہ اور ہر صدی کے سر پر مجدّد بھی ہوتے رہے ہیں لیکن حسب منطوق آیت ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ خالص محمدی گروہ جو ہر ایک پلید ملونی اور آمیزش سے پاک اور توبہ نصوح سے غسل دیئے ہوئے ایمان اور دقائق عرفان اور علم اور عمل اور تقویٰ کے لحاظ سے ایک کثیر التعداد جماعت ہے یہ اسلام میں صرف دو گروہ ہیں یعنی گروہ اوّلین و گروہ آخرین جو صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت سے مراد ہے اور چونکہ حکم کثرت مقدار اور کمال صفائی انوار پر ہوتا ہے اس لئے اس سورۃ میں انعمت علیہم کے فقرہ سے مراد یہی دونوں گروہ ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی جماعت کے اور مسیح موعود مع اپنی جماعت کے۔ خلاصہ کلام یہ کہ خدا نے ابتدا سے اس اُمت میں دو گروہ ہی تجویز فرمائے ہیں اور انہی کی طرف سورہ فاتحہ کے فقرہ انعمت علیہم میں اشارہ ہے (۱) ایک اوّلین جو جماعتِ نبوی ہے (۲) دوسرے آخرین جو جماعت مسیح موعود ہے اور افراد کاملہ جو درمیانی زمانہ میں ہیں جو فیج اعوج کے نام سے موسوم ہے جو بوجہ اپنی کمی مقدار اور کثرت اشرار و فجّار و ہجوم افواج بد مذاہب و بد عقائد و بد اعمال شاذ و نادر کے حکم میں سمجھے گئے گو دوسرے فرقوں کی نسبت درمیانی زمانہ کے صلحاءِ اُمتِ محمدیہ بھی باوجود طوفانِ بدعات کے ایک دریائے عظیم کی طرح ہیں۔ بہر حال خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا علم جس میں غلطی کو راہ نہیں یہی بتلاتا ہے کہ درمیانی زمانہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بلکہ تمام خیر القرون کے زمانہ سے بعد میں ہے اور مسیح موعود کے زمانہ سے پہلے ہے یہ زمانہ فیج اعوج کا زمانہ ہے یعنی ٹیڑھے گروہ کا زمانہ جس میں خیر نہیں مگر شاذ و نادر۔ یہی فیج اعوج کا زمانہ ہے جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے لیسوا مِنّی ولست منھم یعنی نہ یہ لوگ مجھ میں سے ہیں اور نہ میں ان میں سے ہوں یعنی مجھے اُن سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ یہی زمانہ ہے جس میں ہزارہا بدعات اور بے شمار ناپاک رسومات اور ہر ایک قسم کے شرک خدا کی ذات اور صفات اور افعال میں اور گروہ در گروہ پلید مذہب جو تہتر تک پہنچ گئے پیدا ہو گئے اور اسلام جو بہشتی زندگی کا نمونہ لے کر آیا تھا اس قدر ناپاکیوں سے بھر گیا جیسے ایک سڑی ہوئی اور پُر نجاست زمین ہوتی ہے۔ اِس فیج اعوج کی مذمت میں وہ الفاظ کافی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے اس کی تعریف میں نکلے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی دوسرا انسان اِس فیج

اعوج کے زمانہ کی بدی کیا بیان کرے گا۔ اسی زمانہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمین جور اور ظلم سے بھر جائے گی۔ لیکن مسیح موعود کا زمانہ جس سے مراد چودھویں صدی من اوّلہٖ الیٰ آخرہٖ ہے اور نیز کچھ اور حصّہ زمانہ کا جو خیر القرون سے برابر اور فیج اعوج کے زمانہ سے بالاتر ہے یہ ایک ایسا مبارک زمانہ ہے کہ فضل اور جود الٰہی نے مقدر کر رکھا ہے کہ یہ زمانہ پھر لوگوں کو صحابہ کے رنگ میں لائے گا اور آسمان سے کچھ ایسی ہوا چلے گی کہ یہ تہتر فرقے مسلمانوں کے جن میں سے بجز ایک کے سب عار اسلام اور بدنام کنندہ اس پاک چشمہ کے ہیں خود بخود کم ہوتے جائیں گے اور تمام ناپاک فرقے جو اسلام میں مگر اسلام کی حقیقت کے منافی ہیں صفحۂ زمین سے نابود ہو کر ایک ہی فرقہ رہ جائے گا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے رنگ پر ہو گا۔ اب ہر ایک انسان سوچ سکتا ہے کہ اس وقت ٹھیک ٹھیک قرآن پر چلنے والے فرقے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے کس قدر کم ہیں۔ جو مسلمانوں کے تہتر گروہ میں سے صرف ایک گروہ ہے اور پھر اس میں سے بھی وہ لوگ جو در حقیقت تمام اقسام ہوا اور نفس اور خلق سے منقطع ہو کر محض خدا کے ہو گئے ہیں اور ان کے اعمال اور اقوال اور حرکات اور سکنات اور نیّات اور خطرات میں کوئی ملونی خباثت کی باقی نہیں ہے وہ کس قدر اس زمانہ میں کبریت احمر کے حکم میں ہیں۔ غرض تمام مفاسد کی تفصیلات کو زیر نظر رکھ کر بخوبی سمجھ آسکتا ہے کہ در حقیقت موجودہ حالت اسلام کی کسی خوشی کے لائق نہیں اور وہ بہت سے مفاسد کا مجموعہ ہو رہا ہے۔ اور اسلام کے ہر ایک فرقہ کو ہزارہا کیڑے بدعات اور افراط اور تفریط اور خطا اور بیباکی اور شوخی کے چمٹ رہے ہیں اور اسلام میں بہت سے مذہب ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ جو اسلام کا دعویٰ کر کے پھر اسلام کے مقاصد توحید و تقویٰ و تہذیب اخلاق و اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن ہیں۔ غرض یہ وجوہ ہیں جن کے رو سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ یعنی ابرار اخیار کے بڑے گروہ جن کے ساتھ بد مذاہب کی آمیزش نہیں وہ دو ہی ہیں ایک پہلوں کی جماعت یعنی صحابہ کی جماعت جو زیر تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے دوسری پچھلوں کی جماعت جو بوجہ تربیت رُوحانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کہ آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ سے سمجھا جاتا ہے صحابہ کے رنگ میں ہیں۔ یہی دو جماعتیں اسلام میں حقیقی طور پر منعم علیہم ہیں اور خدا تعالیٰ کا انعام اُن پر یہ ہے کہ اُن کو انواع اقسام کی غلطیوں اور بدعات سے نجات دی ہے اور ہر ایک قسم کے شرک سے ان کو پاک کیا ہے اور خالص اور روشن توحید ان کو عطا فرمائی ہے جس میں نہ دجّال کو خدا بنایا جاتا ہے اور نہ ابن مریم کو خدائی صفات کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے اور اپنے نشانوں سے اس جماعت کے ایمان کو قوی کیا ہے اور اپنے ہاتھ سے ان کو ایک پاک گروہ بنایا ہے ان میں سے جو لوگ خدا کا الہام پانے والے اور خدا کے خاص جذبہ سے اس کی طرف کھنچے ہوئے ہیں نبیوں کے رنگ میں ہیں اور جو لوگ اُن میں سے بذریعہ اپنے اعمال کے صدق اور اخلاص دکھلانے والے اور ذاتی محبت سے بغیر کسی غرض کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں وہ صدیقوں کے رنگ میں ہیں۔ اور جو لوگ اُن میں سے آخری نعمتوں کی امید پر دُکھ اُٹھانے والے اور جزا کے دن کا بچشم دل مشاہدہ کر کے جان کو ہتھیلی پر رکھنے والے ہیں وہ شہیدوں کے رنگ میں ہیں اور جو لوگ اُن میں سے ہر ایک فساد سے باز رہنے والے ہیں وہ صلحاء کے رنگ میں ہیں اور یہی سچے مسلمان کا مقصود بالذات ہے کہ اِن مقامات کو طلب کرے اور جب تک حاصل نہ ہوں تب تک طلب اور تلاش میں سُست نہ ہو اور وہ دو گروہ جو ان لوگوں کے مقابل پر بیان فرمائے گئے ہیں وہ مغضوب علیہم اور ضالین ہیں جن سے محفوظ رہنے کے لئے خدا تعالیٰ سے اِسی سورۃ فاتحہ میں دُعا مانگی گئی ہے۔ اور یہ دُعا جس وقت اکٹھی پڑھی جاتی ہے یعنی اس طرح پر کہا جاتا ہے کہ اے خدا ہمیں منعم علیہم میں داخل کر اور مغضوب علیہم اور ضالین سے بچا تو اُس وقت صاف سمجھ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں منعم علیہم میں سے ایک وہ فریق ہے جو مغضوب علیہم اور ضالین کا ہم عصر ہے اور جبکہ مغضوب علیہم سے مراد اس سورۃ میں بالیقین وہ لوگ ہیں جو مسیح موعود سے انکار کرنے والے اور اس کی تکفیر اور تکذیب اور توہین کرنے والے ہیں تو بلاشبہ اُن کے مقابل پر منعم علیہم سے وہی لوگ اس جگہ مراد رکھے گئے ہیں جو صدق دل سے مسیح موعود پر ایمان لانے والے اور اُس کی دل سے تعظیم کرنے والے اور اس کے انصار ہیں اور دُنیا کے سامنے اس کی گواہی دیتے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد ۱۷، تحفہ گولڑویہ صفحات ۲۲۵ تا ۲۲۹)

احادیث مبارکہ

فضائل اصحاب النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلاً لاَتَّخَذْتُ . أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي" . (صحیح البخاری جلد۷، صفحہ ۱۵۱، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ)

مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا کہ ایوب نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: [اپنی امت میں سے] اگر میں نے کسی کو جانی دوست بنانا ہوتا تو مَیں ابو بکرؓ کو بناتا۔ مگر وہ میرے بھائی ہیں اور میرے رفیق ہیں۔

حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمَاجِشُونِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضى الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم "رَأَيْتُنِي دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ امْرَأَةِ أَبِي طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشَفَةً . فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالَ هَذَا بِلاَلٌ وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا فَقَالَ لِعُمَرَ فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ" . فَقَالَ عُمَرُ بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعَلَيْكَ أَغَارُ ۔ (صحیح البخاری جلد۷ کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ ، حدیث ۳۶۷۹ صفحہ ۱۷۳)

حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ عبد العزیز بن ماجشون نے ہمیں بتایا (کہا): محمد بن منکدر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رُمَیصاء ابو طلحہ کی بیوی وہاں ہے اور میں نے پاؤں کی آہٹ سُنی۔ میں نے کہا: یہ کون ہے؟ تو کہا: یہ بلالؓ ہے۔ اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے آنگن میں ایک لڑکی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ کہا: عمرؓ کا۔ میں نے اس محل میں داخل ہونا چاہا کہ اس کو دیکھوں تو تمہاری غیرت مجھے یاد آئی۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ کیا میں آپؐ پر بھی غیرت کھاؤں گا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''مَنْ يَحْفِرْ بِئْرَ رُومَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ'' . فَحَفَرَهَا عُثْمَانُ .

وَقَالَ: ''مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ'' . فَجَهَّزَهُ عُثْمَانُ . (صحیح البخاری جلد۷ کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ ، حدیث صفحہ ۱۸۵)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رومہ کا کنواں کھودے گا اس کے لئے جنت ہو گی تو حضرت عثمانؓ نے اس کو کھدوایا۔ اور آپؐ نے فرمایا: جو جیش العسرۃ کو سازو سامان سے تیار کر دے اس کے لئے جنت ہو گی تو حضرت عثمانؓ نے اس فوج کو سازو سامان سے تیار کیا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِعَلِيٍّ "أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى" . (صحیح البخاری جلد۷ کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ ، حدیث ۳۷۰۶ صفحہ ۲۰۵)

محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ غندر نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ سعد سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم بن سعد (بن ابی وقاص) سے سنا۔ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم میرے ساتھ ایسے ہی ہو جیسے موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

'حضرت خلیفۃ المسیح الثانی[نوراللہ مرقدہٗ] نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل رؤیا اپنی تقریر میں بیان فرمائی۔

"چھوٹی مسجد کے اُوپر تخت بچھا ہوا ہے اور میں اُس پر بیٹھا ہوا ہوں اور میرے ساتھ ہی مولوی نورالدین صاحبؓ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک شخص (اس کا نام ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں) دیوانہ وار ہم پر حملہ کرنے لگا میں نے ایک آدمی کو کہا کہ اس کو پکڑ کر مسجد سے نکال دو اور اس کو سیڑھیوں سے نیچے اُتار دیا۔ وہ بھاگتا ہوا چلا گیا اور یاد رہے کہ مسجد سے مراد جماعت ہوتی ہے۔)

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ ۶۷۵، خلافتِ اُولیٰ: مبشر رؤیا خوابیں اور الٰہی اشارے صفحہ ۳۳)

صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے سلسلہ میں بھی سخت تفرقہ پڑے گا۔ اور فتنہ انداز اور ہوا و ہوس کے بندے جُدا ہوجائیں گے۔ پھر خداتعالےٰ اس تفرقہ کو مٹادے گا۔ باقی جو کٹنے کے لائق اور راستی سے تعلق نہیں رکھتے اور فتنہ پرداز ہیں وہ کٹ جائیں گے۔ اور دُنیا میں ایک حشر برپا ہوگا۔ وُہ اوّل الحشر ہوگا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے۔ اور ایسا کشت وخون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائے گی۔ اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کرے گی۔ ایک عالمگیر تباہی آوے گی۔ اور اس تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب! اُس وقت میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خدا نے اُس کے ساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ تم اس موعود کو پہچان لینا۔۔۔"

(تذکرۃ المہدی حصہ دوم ص ۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلاوے گا اور حجت اور برہان کے رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یٰحَسۡرَۃً عَلَی الۡعِبَادِ ۚ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ۔(یٰسٓ:۳۱) پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اُترے اور فرشتے بھی اُس کے ساتھ ہوں اُس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہوجائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہوکر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔" (روحانی خزائن جلد ۲۰ تذکرۃ الشہادتین صفحات ۶۶ تا ۶۷)

خلیفہ کے آنے کا مدّعا کیا ہوتا ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی نے سوال کیا کہ خلیفہ کے آنے کا مدّعا کیا ہوتا ہے؟ مقصد کیا ہوتا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ ہمارے سامنے ہر وقت رہنا چاہئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ "اصلاح"۔ یہ مقصد ہے۔ اور پھر وضاحت بھی فرمائی کہ "دیکھو حضرت آدم سے اس نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک مدّت دراز کے بعد جب انسان کی عملی حالتیں کمزور ہو گئیں اور انسان زندگی کے اصل مدّعا اور خدا کی کتاب کی اصل غایت بھول کر ہدایت کی راہ سے دُور جا پڑے تو پھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایک مامور اور مُرسَل کے ذریعہ سے دنیا کو ہدایت کی۔ اور ضلالت کے گڑھے سے نکالا"۔ آپ فرماتے ہیں کہ "شان کبریائی نے جلوہ دکھایا اور ایک شمع کی طرح نور معرفت دنیا میں دوبارہ قائم کیا گیا۔ ایمان کو نورانی اور روشنی والا ایمان بنا دیا۔" فرماتے ہیں کہ "غرض اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی سنّت چلی آتی ہے۔" حضرت آدم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہی ہم نے دیکھا۔ پھر فرمایا کہ "غرض اللہ تعالیٰ کی یہی سنّت چلی آتی ہے کہ ایک زمانہ گزرنے پر جب پہلے نبی کی تعلیم کو لوگ بھول کر راہ راست اور متاع ایمان اور نور معرفت کو کھو بیٹھتے ہیں اور دنیا میں ظلمت اور گمراہی، فسق و فجور کا چاروں طرف سے خطرناک اندھیرا چھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات جوش مارتی ہیں اور ایک بڑے عظیم الشان انسان کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا نام اور توحید اور اخلاق فاضلہ پھر نئے سرے سے دنیا میں اس کی معرفت قائم کر کے خدا تعالیٰ کی ہستی کے بیّن ثبوت ہزاروں نشانوں سے دیئے جاتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ کھویا ہوا عرفان اور گمشدہ تقویٰ طہارت دنیا میں قائم کی جاتی ہے"۔ پس مسلمانوں میں بھی اور غیر مسلموں میں بھی ایمان کھویا ہوا ہے۔ تقویٰ کھویا ہوا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق خاتم الخلفاء کو بھیجا اور آپ نے اسے قائم کیا۔ آپ فرماتے ہیں "اور ایک عظیم الشان انقلاب واقع ہوتا ہے۔ غرض اسی سنت قدیمہ کے مطابق"۔ (یہ غور سے سننے والی بات ہے) آپ نے فرمایا "اسی سنت قدیمہ کے مطابق ہمارا یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔" (ماخوذ از ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ایڈیشن ۱۹۸۵ء مطبوعہ انگلستان)

۔۔۔ ہمیں ہر وقت اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے ساتھ وابستہ انعامات کے حصول کے لئے جن باتوں اور جن کاموں کے کرنے کی نصیحت فرمائی ہے اس کے مطابق ہم اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں یا نہیں؟ ان کے معیار کیا ہیں؟ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہماری عبادتیں کیسی ہیں؟ ہماری نمازوں کے قیام کیسے ہیں؟ ہمارا ہر قول و عمل شرک سے پاک ہے یا نہیں؟ ہماری مالی قربانیوں کے معیار کیا ہیں؟ ہماری اطاعت کے معیار کس درجہ کے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح چاہتے ہیں ہم ان معیاروں کو حاصل کرنے والے ہیں یا نہیں؟ اور پھر اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس معیار پر اپنے سلسلہ کے ماننے والوں کو دیکھنا چاہتے ہیں ہم اس تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں یا نہیں؟

(خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ ۲۵/ مئی ۲۰۱۸ء بمطابق ۲۵/ ہجرت ۱۳۹۷ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے)

توکّل علی اللہ اور تائید الٰہی

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱۲ر جون ۱۹۱۲ء)

"میرا ایک بھتیجا تھا۔ اس کا نام شہسوار تھا۔ میں اس کو ہمراہ لے کر جموں کے ارادہ سے گھر سے نکلا۔ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ بیوی سے کچھ روپیہ قرض لے لوں لیکن طبیعت نے مضائقہ کیا اور ویسے ہی چل دیا۔ ہم دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ شہر سے باہر ایک آدمی نے مجھے ایک روپیہ اور کچھ بتاشے دیئے۔ ایک اور آدمی نے ایک اٹھنی دی۔ تین چار کوس چل کر سڑک کے کنارے آوان نام ایک گاؤں کے قریب پہنچے تو لڑکے نے مجھ سے کہا کہ بتاشے ہمارے پاس ہیں۔ گرمی ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں یہاں کنوئیں پر جا کر شربت پی لوں۔ چنانچہ وہ لڑکا تھوڑی دور جا کر پھر واپس ہوا اور مجھ سے کہا کہ آپ بھی آ جائیں۔ ہم دونوں اس گاؤں میں پہنچے۔ لڑکے نے لوٹا کھولنا چاہا۔ لیکن کنوئیں والے نے کہا کہ ذرا آپ ٹھہر جائیں۔ خیر ہم بیٹھ گئے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ٹھہرانے کی وجہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ گاؤں کے نمبر دار نے دُور سے آپ کو دیکھا تھا۔ وہ دودھ لینے کے واسطے گیا ہے۔ تھوڑے ہی وقفہ میں نمبر دار آیا اور اس نے ایک روپیہ مجھ کو نذر دیا۔ اس کا بیٹا کبھی میرے پاس علاج کے واسطے آیا تھا اور اچھا ہو گیا تھا۔ خیر ہم نے دودھ پیا۔ جب اٹھنے لگے تو اس نمبر دار نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہر جائیں۔ غرض تھوڑی دیر میں وہاں کی مسجد کا مُلّا آیا اور اس نے ایک روپیہ دیا۔ چونکہ وہ غریب حالت میں تھا۔ میں نے اس سے روپیہ لینا پسند نہ کیا۔ اس عرصہ میں گاؤں کے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ جب میں نے روپیہ واپس کرنا چاہا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا یہ روپیہ تو ضرور لے لیں۔ آپ ہرگز واپس نہ کریں۔ میں نے سبب پوچھا تو کہا کہ یہ شخص بہت دنوں سے بیمار تھا اور اس نے آپ سے بذریعہ ڈاک جموں سے دوائی منگوائی تھی۔ یہ اس کے استعمال سے اچھا ہو گیا۔ ہم سب کہتے تھے کہ تو نے دوا مفت منگوائی اور کوئی شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ اگر نوردین یہاں ہمارے گاؤں میں آئے تو روپیہ دے دوں گا۔ یہ کبھی روپیہ دینے والا نہیں۔ آج اتفاق سے ہی یہ قابو چڑھا ہے۔ اب آپ اس سے روپیہ لے ہی لیں۔ عجیب بات ہے کہ میں اس سے پیشتر کبھی اس گاؤں میں نہیں گیا تھا (حالانکہ ہمارے شہر سے صرف ساڑھے چار میل کے فاصلہ پر ہوگا) اور نہ اس کے بعد کبھی وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ اب میرے پاس ساڑھے تین روپیہ ہو گئے۔ غرض ہم ریل کے کنارے پر پہنچے۔ اسٹیشن پر پہنچ کر میرے دل میں خیال آیا کہ اس لڑکے کو لاہور دکھا دیں۔ میں نے اسٹیشن پر دیکھا کہ لاہور کا دو آدمیوں کا تھرڈ کلاس کا کرایہ تین روپیہ ہے۔ ہم نے دو ٹکٹ تھرڈ کلاس کے لئے اور لاہور پہنچ گئے۔ آٹھ آنے ہمارے پاس باقی تھے۔ اسٹیشن پر اترے۔ ایک گاڑی بان نے کہا کہ سوار ہو جاؤ۔ ہم نے کہا انار کلی میں شیخ رحیم بخش کی کوٹھی پر اترنا ہے کیا لوگے؟ اس نے کہا کہ ایک روپیہ سے کم نہ لوں گا۔ ہم نے کہا کہ ہمارے پاس تو ایک اٹھنی ہے۔ چاہو تو لے لو۔ اس نے ہنس کر اٹھنی لے لی اور شیخ صاحب کے مکان پر ہم کو پہنچا دیا۔ کچھ دن لاہور رہنے کے بعد جب چلنے لگے تو شیخ صاحب نے اپنی گاڑی میرے لئے منگوادی اور آہستہ سے میرے کان میں کہا کہ ہمارے نوکر کو آپ انعام نہ دیں۔ اسٹیشن پر مجھے یقین تھا کہ میں ابھی کی گاڑی میں جاؤں گا۔ پیسہ تو پاس ایک بھی نہ تھا۔ لیکن یقین ایسا کامل تھا کہ اس میں ذرا بھی تزلزل نہ تھا۔ میرے کھڑے کھڑے ٹکٹ تقسیم ہونے شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو گئے۔ ٹرین بھی آئی۔ مسافر بھی سوار ہو گئے۔ اندر جانے کا دروازہ بھی بند کیا گیا۔ انجن نے روانگی کی سیٹی دی۔ اس وقت بھی مجھ کو یقین تھا کہ اسی گاڑی پر جاؤں گا۔ جب بالکل گاڑی چلنے ہی کو تھی تو ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نور دین نور دین پکارتا ہوا دور تک چلا گیا۔ اور گاڑی میں کوئی ایسا واقعہ ہوا کہ وہ چل کر پھر رُک گئی۔ وہ شخص پھر واپس آیا اور مجھے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی دوڑتا ہوا اسٹیشن کے کمرہ میں گیا وہاں سے تین ٹکٹ لایا۔ ایک اپنا اور دو ہمارے۔ ساتھ ہی

ایک سپاہی بھی لایا۔ دروازہ کھلوایا اور ہم تینوں سوار ہوئے۔ ہمارے سوار ہوتے ہی ٹرین چل دی۔ اس نے کہا کہ مجھ کو آپ سے ایک نسخہ لکھوانا ہے۔ میں نے نسخہ لکھ دیا اور پھر ٹکٹوں کو دیکھنے لگا کہ یہ کہاں تک کے ہیں اور کیا کرایہ دیا گیا ہے۔ وہ خود ہی فوراً بولا کہ میں ان ٹکٹوں کے دام ہر گز نہ لوں گا۔ میں خاموش ہو گیا۔ ٹکٹ وہیں تک کے تھے جہاں ہم کو جانا تھا۔ یعنی وزیر آباد۔ وہ تو نسخہ لکھوا کر شاہدرہ اتر گیا۔ ہم وزیر آباد پہنچے میں نے لڑکے سے کہا کہ بیگ لے کر تم شہر میں سے ہوتے ہوئے سیدھے شہر کے دوسری طرف پہنچو۔ پیچھے پیچھے میں بھی آتا ہوں۔ وزیر آباد سے جموں تک ریل نہ تھی۔ راستہ میں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا کہ میری ماں بیمار ہے۔ آپ اس کو دیکھ لیں۔ میں نے کہا کہ یہ کوئی علاج کا موقع نہیں۔ مجھ کو جانے کی جلدی ہے۔ اس نے کہا کہ میرا بھائی جو میرے ساتھ ہے یہ آگے اڈّے پر جاتا ہے اور یکّہ کرایہ کرتا ہے۔ اتنے میں آپ میری ماں کو دیکھ لیں۔ آپ کو اڈّے پر پہنچ کر یکّہ تیار ملے گا۔ چنانچہ میں نے اس کی ماں کو دیکھا اور نسخہ لکھا۔ جب میں وہاں سے چلا تو اس شخص نے چلتے چلتے میری جیب میں کچھ روپے ڈال دئے جن کو میں نے اڈّے پر پہنچنے سے پہلے ہی پہلے جیب میں ہاتھ ڈال کر گِن لیا معلوم ہوا کہ دس روپیہ ہیں۔ اڈّے پر پہنچے تو اس کا بھائی اور یکّہ والا آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ یکّہ والا کہتا تھا کہ دس روپیہ لوں گا اور وہ کہتا تھا کہ کم۔ میں نے کہا جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔ دس روپیہ کرایہ ٹھیک ہے۔"

(مرقاتُ الیقین فی حیات نورالدّین، صفحہ ۲۳۵۔۲۳۷)

یُوں اندھیری رات میں اے چاند تُو چمکا نہ کر

از قلم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ

سمندر کے کنارے چاند کی سیر نہایت پُر لطف ہوتی ہے۔ اس سفر کراچی میں ایک دن ہم رات کو کلفٹن کی سیر کے لئے گئے۔ میری چھوٹی بیوی صدیقہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ، میری تینوں لڑکیاں ناصرہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ، امتہ الرشید بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ، امتہ العزیز سلمہا اللہ تعالیٰ، امتہ الودود مرحومہ اور عزیزم منصور احمد سلمہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ تھے۔ رات کے گیارہ بجے چاند سمندر کی لہروں میں ہلتا ہوا بہت ہی بھلا معلوم دیتا تھا اور اوپر آسمان پر وہ اور بھی اچھا معلوم دیتا تھا۔ جُوں جُوں ریت کے ہموار کنارہ پر ہم پھرتے تھے لطف بڑھتا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت نظر آتی تھی۔ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر ٹہلنے کے بعد ناصرہ بیگم سلمہا اللہ اور صدیقہ بیگم جن دونوں کی طبیعت خراب تھی تھک کر ایک طرف ان چٹائیوں پر بیٹھ گئیں جو ہم ساتھ لے گئے تھے۔ ان کے ساتھ عزیزم منصور احمد سلمہ اللہ تعالےٰ بھی جا کھڑے ہوئے اور پھر عزیزہ امتہ العزیز بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ بھی وہاں چلی گئی۔ اب صرف میں، عزیزہ امتہ الرشید بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ اور عزیزہ امتہ الودود مرحومہ پانی کے کنارے پر کھڑے رہ گئے۔ میری نظر ایک بار پھر آسمان کی طرف اُٹھی اور مَیں نے چاند کو دیکھا جو رات کی تاریکی میں عجیب انداز سے اپنی چمک دکھا رہا تھا۔ اس وقت قریباً پچاس سال پہلے کی ایک رات میری آنکھوں میں پھر گئی جب ایک عارف باللہ محبوبِ ربّانی نے چاند کو دیکھ کر ایک سرد آہ کھینچی تھی اور پھر اس کی یاد میں دوسرے دن دنیا کو یہ پیغام سُنایا تھا ؎

چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

پہلے تو تھوڑی دیر مَیں یہ شعر پڑھتا رہا پھر میں نے چاند کو مُخاطب کر کے اسی جمالِ یار والے محبوب کی یاد میں کچھ شعر خود کہے۔ جو یہ ہیں:۔

یوں اندھیری رات میں اے چاند تُو چمکا نہ کر
حَشر اِک سیمیں بدَن کی یاد میں برپا نہ کر
کیا لبِ دریا مِری بے تابیاں کافی نہیں
تُو جگر کو چاک کر کے اپنے یُوں تڑپا نہ کر

اس کے بعد میری توجہ براہِ راست اس محبوبِ حقیقی کی طرف پھر گئی جس

کے حُسن کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر میں اشارہ کیا گیا ہے اور میں نے اسے مخاطب کر کے چند شعر کہے۔ جو یہ ہیں:۔

دُور رہنا اپنے عاشق سے نہیں دیتا ہے زیب
آسماں پر بیٹھ کر تُو یُوں مجھے دیکھا نہ کر

بے شک چاند میں سے کسی وقت اللہ تعالیٰ کا حُسن نظر آتا ہے مگر ایک عاشق کے لئے وہ کافی نہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کا محبوب چاند میں سے اُسے نہ جھانکے بلکہ اس کے دل میں آئے اس کے عرفان کی آنکھوں کے سامنے قریب سے جلوہ دکھائے، اس کے زخمی دل پر مرہم لگائے اور اس کے دُکھ کی دوا خود ہی بن جائے کہ اس دوا کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں مگر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس محبوبِ حقیقی کا عاشق چاند میں بھی اس کا جلوہ نہیں دیکھتا۔ چاند میں ایک پھیکی ٹکیہ سے زیادہ کچھ بھی تو نظر نہیں آتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس محبوب نے اپنا چہرہ اس سے بھی چُھپار کھا ہے کہ کہیں اس میں سے اس کا عاشق اس کا چہرہ نہ دیکھ لے اور وہ کہتا ہے کہ کاش چاند کے پردہ پر ہی اس کا عکس نظر آجائے اور مَیں نے کہا۔

عکس تیرا چاند میں گر دیکھ لوں کیا عَیب ہے
اس طرح تو چاند سے اَے میری جاں پردہ نہ کر

پھر میری نظر سمندر کی لہروں پر پڑی جن میں چاند کا عکس نظر آتا تھا اور میں اس کے قریب ہوا اور چاند کا عکس اور پرے ہو گیا۔ مَیں اور بڑھا اور عکس اور دُور ہو گیا اور میرے دل میں ایک درد اُٹھا اور مَیں نے کہا۔ بالکل اسی طرح کبھی سالک سے سلوک ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے کوشش کرتا ہے مگر بظاہر اس کی کوششیں ناکامی کا مُنہ دیکھتی ہیں، اس کی عبادتیں، اس کی قربانیاں، اس کا ذکر، اس کی آہیں کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتیں کیونکہ اللہ تعالےٰ اس کے استقلال کا امتحان لیتا ہے اور سالک اپنی کوششوں کو بے اثر پاتا ہے۔ کئی تھوڑے دل والے مایوس ہو جاتے ہیں اور کئی ہمت والے کوشش میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کی مُراد پوری ہو جاتی ہے مگر یہ دن بڑے ابتلاء کے دن ہوتے ہیں اور سالک کا دل ہر لحظہ مُرجھایا رہتا ہے اور اس کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ چونکہ چاند کے عکس کا اس طرح آگے آگے دوڑتے چلے جانے کا بہترین نظارہ کشتی میں بیٹھ کر نظر آتا ہے جو میلوں کا فاصلہ طے کرتی جاتی ہے مگر چاند کا عکس آگے ہی آگے بھاگا چلا جاتا ہے۔ اس لئے مَیں نے کہا۔

بیٹھ کر جب عِشق کی کشتی میں آؤں تیرے پاس
آگے آگے چاند کی مانِند تُو بھاگا نہ کر

مَیں نے اس شعر کا مفہوم دونوں بچیوں کو سمجھانے کے لئے ان سے کہا آؤ ذرا میرے ساتھ سمندر کے پانی میں چلو اور مَیں انہیں لے کر کوئی پچاس ساٹھ گز سمندر کے پانی میں گیا اور میں نے کہا دیکھو چاند کا عکس کس طرح آگے آگے بھاگا جاتا ہے اسی طرح کبھی کبھی بندہ کی کوششیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے بیکار جاتی ہیں اور وہ جتنا بڑھتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اس وقت سوائے اس کے کوئی علاج نہیں ہوتا کہ انسان اللہ تعالیٰ ہی سے رحم کی درخواست کرے اور اسی کے کرم کو چاہے تا کہ وہ اس ابتلاء کے سلسلہ کو بند کر دے اور اپنی ملاقات کا شرف اسے عطا کرے۔

اس کے بعد میری نظر چاند کی روشنی پر پڑی، کچھ اور لوگ اس وقت کہ رات کے بارہ بجے تھے سیر کے لئے سمندر پر آگئے، ہوا تیز چل رہی تھی لڑکیوں کے برقعوں کی ٹوپیاں ہوا سے اُڑی جارہی تھیں اور وہ زور سے ان کو پکڑ کر اپنی جگہ پر رکھ رہی تھیں۔ وہ لوگ ہم سے دُور تھے مگر مَیں لڑکیوں کو لے کر اور دُور ہو گیا اور مجھے خیال آیا کہ چاند کی روشنی جہاں دلکشی کے سامان رکھتی ہے وہاں پردہ بھی اٹھا دیتی ہے اور میرا خیال اس طرف گیا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل کبھی بندہ کی کمزوریوں کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں اور دشمن انہیں دیکھ کر ہنستا ہے اور مَیں نے اللہ تعالےٰ کو مخاطب کر کے کہا:۔

اے شعاعِ نُور یوں ظاہر نہ کر میرے عُیُوب
غیر ہیں چاروں طرف ان میں مجھے رُسوا نہ کر

اس کے بعد میری نظر بندوں کی طرف اُٹھ گئی اور میں نے سوچا کہ محبت جو ایک نہایت پاکیزہ جذبہ ہے اسے کس طرح بعض لوگ ضائع کر دیتے ہیں اور اس کی بے پناہ طاقت کو محبوبِ حقیقی کی ملاقات کے لئے خرچ کرنے کی جگہ اپنے لئے وبالِ جان بنا لیتے ہیں اور مَیں نے اپنے دوستوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ہے محبّت ایک پاکیزہ اَمانَت اے عزیز
عشق کی عزّت ہے واجِب عشق سے کھیلا نہ کر

پھر میری نگاہ سمندر کی لہروں کی طرف اُٹھی جو چاند کی روشنی میں پہاڑوں کی طرح اُٹھتی ہوئی نظر آتی تھیں اور میری نظر سمندر کے اس پار ان لوگوں کی طرف اُٹھی جو فرانس کے میدان میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہر روز اپنی جانیں دے رہے تھے اور میں نے خیال کیا کہ ایک وہ بہادر ہیں جو اپنے ملکوں کی عزت کے لئے یہ قربانیاں کر رہے ہیں، ایک ہندوستانی ہیں جن کو اپنی تن آسانیوں سے ہی فرصت نہیں اور مجھے اپنی مستورات کا خیال آیا کہ وہ کس طرح قوم کا بے کار عضو بن رہی ہیں اور حقیقی کوشش اور سعی سے محروم ہو چکی ہیں۔ کاش کہ ہمارے مردوں اور عورتوں میں بھی جوشِ عمل پیدا ہو اور انہیں یہ احساس ہو کہ آخر وہ بھی تو انسان ہیں جو سمندر کی لہروں پر کُودتے پھرتے ہیں اور اپنی قوم کی ترقی کے لئے جانیں دے رہے ہیں، جو میدانوں کو اپنے خون سے رنگ رہے ہیں اور ذرّہ بھی پرواہ نہیں کرتے کہ ہمارے مر جانے سے ہمارے پسماندگان کا کیا حال ہو گا۔ اور میں نے کہا۔

ہے عَمَلُ میں کامیابی مَوْت میں ہے زندگی
جا لِپٹ جا لہر سے دریا کی۔ کچھ پروا نہ کر

جب مَیں نے یہ شعر پڑھا۔ میری لڑکی امتہ الرشید نے کہا ابا جان دیکھیں آپا دُودی کو کیا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا اس کا جسم تھر تھر کانپنے لگ گیا ہے۔ میں نے پوچھا دُودی تم کو کیا ہوا ہے اس نے جیسے بچیاں کہا کرتی ہیں کہا کچھ نہیں اور ہم سمندر کے پانی کے پاس سے ہٹ کر باقی ساتھیوں کے پاس آ گئے اور وہاں سے گھر کو واپس چل پڑے۔

امتہ الودُود کی وفات کے بعد میں یہی شعر پڑھ رہا تھا کہ صدیقہ بیگم نے مجھے بتایا کہ امتہ الودُود نے مجھ سے ذکر کیا کہ شاید چچا ابا نے یہ شعر میرے متعلق کہا تھا تب میں نے مرحومہ کے کانپنے کی وجہ کو سمجھ لیا۔ وہ امتحان دے چکی تھی اور تعلیم کا زمانہ ختم ہونے کے بعد اس کے عمل کا زمانہ شروع ہونا تھا۔ اس کی نیک فطرت نے اس شعر سے سمجھ لیا کہ مَیں اسے کہہ رہا ہوں کہ اب تم کو عملی زندگی میں قدم رکھنا چاہئیے اور ہر طرح کے خطرات برداشت کر کے اسلام کے لئے کچھ کر کے دکھانا چاہیئے۔

خدا کی قدرت عمل میں کامیابی کا منہ دیکھنا اس کے مقدر میں نہ تھا۔ موت میں زندگی اللہ تعالیٰ نے اُسے دے دی وہ قادر ہے جس طرح چاہے اسے زندگی بخش دیتا ہے۔

ہے عمل میں کامیابی مَوْت میں ہے زندگی
جا لِپٹ جا لہر سے دریا کی۔ کچھ پروا نہ کر

رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُذْكُرُوا مَوْتَاكُمْ بِالْخَيْرِ مُردوں کا نیک ذکر قائم رکھو اسی لئے میں نے اس واقعہ کا ذکر کر دیا ہے کہ اس سے مرحومہ کی سعید طبیعت کا اظہار ہوتا ہے کس طرح اس نے اس شعر کا اپنے آپ کو مخاطب سمجھا حالانکہ بہت ہیں جو نصیحت کو سنتے ہیں اور اندھوں کی طرح اس پر سے گزر جاتے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتے۔

اس موقع پر ایک اور واقعہ مرحومہ کا مجھے یاد آ گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کس طرح نصیحت پر فوراً عمل کرنے کا احساس تھا اور میرے لفظوں پر وہ کس طرح کان رکھتی تھی۔ مَیں نے سفر میں دیکھا کہ عزیز منصور احمد سلمہ اللہ تعالیٰ جرمن ریڈیو کی خبریں شوق سے سُنا کرتے تھے مجھ پر یہ اثر ہوا کہ شاید وہ ان خبروں کو زیادہ درست اور زیادہ سچّا سمجھتے ہیں۔ مجھے یہ بات کچھ بُری معلوم ہوئی۔ میری بیوی اور لڑکیاں ایک کمرہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں وہاں آیا اور میں نے افسوس کا اظہار کیا کہ حقیقت تو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے کہ کون ظالم ہے اور کون مظلوم مگر اس وقت تک جو ہمارا علم ہے وہ یہی ہے کہ انگریزوں کی کامیابی میں دُنیا کی بھلائی ہے۔ پس جب تک ہمارا علم یہ کہتا ہے ہمیں ان سے ہمدردی ہونی چاہیئے اور ان کی تکلیف سے تکلیف اور ان کی کامیابی سے خوشی ہونی چاہیئے۔ پھر نہ معلوم ہمارے بچے کیوں خوشی سے جرمن خبروں کی طرف دوڑتے ہیں۔ میں بات کر رہا تھا کہ امتہ الودُود مرحومہ وہاں سے اُٹھ کر چلی گئیں مجھے حیرت ہوئی کہ بات کے درمیان میں یہ کیوں اُٹھ گئیں اور مجھے خیال ہوُا کہ شاید اپنے بھائی کے متعلق بات سُن کر وہ برداشت نہیں کر سکیں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ واپس آئیں اور کہا کہ میں نے بھائی سے کہا ہے کہ جب ابّا اس امر کو پسند نہیں کرتے تو آپ کیوں اس طرح خبریں سُنتے ہیں۔ بھائی نے جواب دیا کہ اگر وہ منع کریں تو میں کبھی یہ بات نہ کروں۔ میں نے کہا بی بی منع کرنے کی کیا ضرورت ہے میرے خیال کا اظہار کیا کافی نہیں؟ اس پر اس نے کہا کہ میں نے بھائی سے یہی کہا ہے کہ منع کرنے کا کیوں انتظار کرتے ہو ان کی مرضی معلوم ہونے پر وہی کرو جس طرح وہ کہتے ہیں (اس کے یہ معنے نہیں کہ

عزیزم منصور احمد اطاعت میں کمزور ہے ایسے امور میں لڑکیاں لڑکوں سے طبعًا زیادہ زکی ہوتی ہیں۔ ورنہ عزیز کا معاملہ میری لڑکی سے ایسا عمدہ ہے کہ میرا دل اس سے نہایت خوش ہے اور کبھی بھی وہ میری لڑکی کے ذریعہ میرے لئے تکلیف کا باعث نہیں ہؤا بلکہ ہمیشہ میرا دل ان دونوں کے معاملہ پر مطمئن رہا ہے اور یہ کوئی معمولی نیکی نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق سے ہی ایسے عمل کی توفیق ملتی ہے) میرے دل میں یہ سن کر اپنی اس بچی کی قدر کئی گُنے بڑھ گئی کہ کس طرح اُس نے میری بات سن کر فوراً میرے منشاء کو پورا کرنے کی کوشش کی اور بات ختم ہونے سے بھی پہلے اس پر عمل کروانے کے لئے دوڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں اس پر ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کی خوشی کے سامان ہمیشہ پیدا کرتا رہے۔

میرزا محمود احمد

الفضل ۶ر جولائی ۱۹۴۰ء

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب فی النھی عن سبّ المَوتٰی میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ ''اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ وَکُفُّوْا عَنْ مَسَاوِیْھِمْ''

(کلام محمودؔ مع فرہنگ صفحات ۳۸۸ تا ۳۹۳)

ایک عظیم الشان کشف

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم قرآن کریم کے بارہ میں ایک زبردست بشارت کا ذکر کرتے ہوئے خطبہ جمعہ ۵ر اگست ۱۹۶۶ء میں فرمایا:

''پانچ ہفتے کی بات ہے۔۔۔ ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو میں بہت دعاؤں میں مصروف تھا۔ اس وقت عالم بیداری میں میں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اس نے زمین کے ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس نور کا ایک حصہ جیسے جمع ہو رہا ہے پھر اس نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پر شوکت آواز فضا میں گونجی جو اس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی ''بُشْرٰی لَکُمْ'' یہ ایک بڑی بشارت تھی لیکن اس کا ظاہر کرنا ضروری نہ تھا۔ ہاں دل میں ایک خلش تھی اور خواہش تھی کہ جس نور کو میں نے زمین کو ڈھانپتے ہوئے دیکھا ہے جس نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زمین کو منور کر دیا ہے اس کی تعبیر بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مجھے سمجھائے۔ چنانچہ وہ ہمارا خدا جو بڑا ہی فضل کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اس نے خود اس کی تعبیر اس طرح سمجھائی کہ گزشتہ پیر کے دن میں ظہر کی نماز پڑھا رہا تھا اور تیسری رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا ہے اور اس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور میں نے اس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے جو تعلیم القرآن اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہم میں برکت ڈالے اور انوار قرآن اسی طرح زمین پر محیط ہو جائیں گے جس طرح اس نور کو میں نے زمین پر محیط ہوتے دیکھا ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی متعدد بار خود قرآن کو اور قرآنی وحی کو نور کے لفظ سے یاد کیا ہے اور مجھے بتایا گیا کہ وہ نور جو تمہیں دکھایا گیا یہی نور ہے۔ پھر میں اس طرف بھی متوجہ ہوا کہ عارضی وقف کی تحریک جو قرآن کریم سیکھنے سکھانے کے متعلق جاری کی گئی ہے اس کا تعلق نظام وصیت کے ساتھ بہت گہرا ہے۔۔۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تعلیم القرآن اور وقف عارضی کی تحریکوں کو موصی صاحبان کی تنظیم کے ساتھ ملحق کر دیا جائے اور یہ سارے کام ان کے سپرد کئے جائیں۔''

(حیاتِ ناصر جلد اوّل مرتبہ محمود مجیب اصغر، صفحات ۴۴۱ تا ۴۴۲)

سورۃ الفاتحہ کا تعارف

بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

یہ سورت ابتدائی مکی دور میں نازل ہوئی تھی۔ بعض مستند روایات کے مطابق یہ مدینہ میں دوبارہ نازل ہوئی۔ بسم اللہ سمیت اس کی سات آیات ہیں۔

یہ سورت قرآن کریم کے جملہ مضامین کا خلاصہ ہے۔ اسی لئے احادیث میں اس کا ایک نام اُمُّ الکِتاب بھی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نام مذکور ہیں مثلاً فَاتِحَۃُ الکِتاب، اَلصَّلٰوۃ، اَلحَمد، اُمُّ القُرآن، اَلسَّبعُ المَثَانِي، اَلشِّفَا، اَلکَنز وغیرہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خاص طور پر اس سورت کی تفسیر کا علم دیا۔ چنانچہ حضورؑ نے خاص طور پر اس سورت کی تفسیر عربی زبان میں رقم فرمائی۔

سورۃ البقرہ کا تعارف

یہ سورت مدنی دور کے پہلے اور دوسرے سال میں نازل ہوئی تھی۔ بسم اللہ سمیت اس کی دو سو ستاسی آیات ہیں۔ اس سورت کی ابتداء ہی میں اللہ تعالیٰ، وحی و الہام اور آخرت پر ایمان جیسے بنیادی عقائد کا ذکر ہے۔ سورۃ فاتحہ میں انعام یافتہ، مغضوب علیہم اور ضالّین تین گروہوں کا ذکر کیا گیا تھا۔ سورۃ البقرہ میں انعام یافتہ گروہ کا ذکر کرنے کے بعد مغضوب علیہم گروہ کے بد عقائد، بد اعمال اور فسق و فجور کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

یہ سورت ایک حیرت انگیز معجزہ ہے جس نے ابتدائے آفرینش کے ذکر سے لے کر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر تک مختلف انبیاء کے واقعات پیش فرمائے ہیں اور قیامت تک کے لئے اسلام کو جو خطرات در پیش ہیں، اُن کی بھی نشاندہی فرمائی ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے بعد مختلف عظیم مذاہب کے رسولوں کا ذکر موجود ہے جن میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ اس سورت کو پڑھتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا شریعت مکمل نازل ہوگئی ہے اور کوئی پہلو بھی اسلامی شریعت کا ایسا نظر نہیں آتا جو باقی رہ گیا ہو۔ اگرچہ بعد کی سورتوں میں کچھ اور پہلو بھی ملتے ہیں مگر اپنی ذات میں یہ سورت ہر مضمون پر حاوی نظر آتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک چوٹی کا حصہ ہوتا ہے اور قرآن کا چوٹی کا حصہ سورۃ البقرہ ہے۔ اس میں ایک ایسی آیت ہے جو قرآن کی سب آیات کی سردار ہے اور وہ آیت الکرسی ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجازی شان ہے کہ آپ کو یہ سورت عطا فرمائی گئی۔ اس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے مسائل بھی مذکور ہیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی ان دعاؤں کا خصوصیت سے ذکر ہے جو بیت اللہ کی تعمیر نو کے وقت انہوں نے کیں۔

اسی سورت میں اس میثاق کا بھی ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھ باندھا تھا اور جسے انہوں نے اپنی بدقسمتی سے توڑ دیا اور پھر یہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

اس سورت کے آخر پر ایک ایسی آیت ہے جس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی دعاؤں کا خلاصہ بھی اس میں آگیا ہے اور گویا دعاؤں کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ عطا کر دیا گیا ہے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ سورتوں کے تعارف اور مختصر تشریحی نوٹس کے ساتھ، حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، صفحات ۳ اور ۷)

خلافتِ حقہ سے متعلق ایک منظوم وصیت نامہ

مورخہ ۱۲؍مئی ۱۹۵۱ء کو حضرت مولوی صاحب نے اپنے ایک خط بنام اپنے فرزند مولوی برکات احمد صاحب بی۔اے واقف زندگی میں مندرجہ ذیل وصیت نامہ (منظوم) اپنی اولاد کے لئے تحریر فرمایا۔ اس میں ایمان ورشد اور خلافت حقہ احمدیہ کے متعلق ایک زریں اصل بھی بیان فرمایا ہے لہٰذا اس منظوم حصہ کو اس خط میں سے شائع کیا جاتا ہے)

اے میرے محسن، میرے پیارے خدا	میرا ہر اک ذرّہ ہو تجھ پر فدا
یہ کرم اور فضل تیرا بار بار	تیرے احسانوں کا ہو کیونکر شمار
نعمتیں افزوں ہیں از حدّ بیاں	شکرِ نعمت کی ہمیں طاقت کہاں
کھول کر تو نے یہ در فیضان کا	کر دیا ممنون ہے احسان کا
اب محبت، عشق کا اک جام بخش	اور اپنے وصل کا انعام بخش
جان و دل ہر دم رہے تجھ پر نثار	اور تیرے پر فدا ہوں بار بار
سارے خوبوں سے ہے تو ہی خوب تر	اور محبوبوں سے ہے محبوب تر
عشق تیرا جان کی اک جان ہے	اس سے ہی ایمان اور ایقان ہے
فضل سے اپنا ہمیں عرفان بخش	اور اپنے عشق کا ایقان بخش
عشق سے ہوتے رہیں تجھ پر فدا	جو رضا تیری ہو، ہو اپنی رضا
جو میری اولاد در اولاد ہو	اور دنیا میں کہیں آباد ہو
عشق سے تیرے رہیں سرشار وہ	اور دیں کے ہوں علمبردار وہ
ہر طرف وہ دین پھیلاتے رہیں	لوگوں کو تیری طرف لاتے رہیں
بخش ان کو دولت و اقبال بھی	دین و دنیا میں ہوں مالا مال بھی
تیرے فضلوں سے بنیں ممتاز سب	صاحبِ مجد و علاء اعزاز سب
سارے خادم ہوں تیری سرکار کے	اور مالی ہوں تیرے گلزار کے
سارے ہی احمدؐ نبی پر ہوں نثار	آلِ احمدؑ سے رہے سب کا پیار
آل احمدؑ سے محبت جاوداں	ہے ہدایت اور ایماں کا نشاں
جب جماعت میں کبھی ہو اختلاف	میرے بچو مجھ سے سن لو صاف صاف
آلِ احمد سے وہ مل جائیں سبھی	اس سے گمراہی نہ پائیں گے کبھی

ہے یہی میری وصیت آخری	ہے عمل کرنا اسی پر بہتری
یاد رکھنا تفرقہ ہو جب عیاں	ہے خلافت ہی ہدایت کا نشاں
آلِ احمدؑ اور خلافت ہو جدھر	سب میری اولاد ہوجائے ادھر
ہے ہدایت کا یہی معیار ایک	میرے پیارے اس سے ہونگے پاک و نیک
ہوتا ہوں رخصت پیارو آپ سے	یاد رکھنا بات اپنے باپ سے

(حیاتِ قُدسی از قلم حضرت مولانا غلام رسول قدسی راجیکی، صفحات ۲۲۰ تا ۲۲۱)

نہ تُو شوکت ہے نہ تُو صدیقی

عبد الکریم قدسیؔ

مال، مسند، قبا بچا کے دِکھا	شان و شوکت ذرا بچا کے دِکھا
تُو کہ خود کو خدا سمجھتا تھا	رُعب اور دبدبہ بچا کے دِکھا
جعلی واعظ بنا ہوُا تھا تُو	اپنا منبر، عصا بچا کے دِکھا
اے طرفدارِ ظلمت شب تُو	اپنا بجھتا دِیا بچا کے دِکھا
عدل کے نام پر تُو دھبّا ہے	اب فریب و دغا بچا کے دِکھا
مشغلہ ہے تِرا جو عدل کُشی	اب کے یہ مشغلہ بچا کے دِکھا
ان گنت تجھ پہ ہیں جو الزامات	ان سے دامن ذرا بچا کے دِکھا
تُو نے توہین کی ہے سچوں کی	اب تُو گردن، گلا بچا کے دِکھا

نہ تُو شوکت ہے نہ تُو صدّیقی	اپنی جُھوٹی انا بچا کے دِکھا

[نوٹ: اسلام آباد (پاکستان) کی ہائی کورٹ کے جج جسٹس شوکت عزیز صدیقی صاحب نے پاکستان میں احمدیوں کے خلاف قوانین کو مزید سخت بنانے کا فیصلہ ۴ / جولائی ۲۰۱۸ء کو صادر کیا تھا مگر قدرت کا انتقام دیکھئے کہ ۱۱ اکتوبر ۲۰۱۸ء کو صدرِ پاکستان کے حکم سے سپریم جوڈیشل کونسل کی سفارش پر ضابطۂ اخلاق کی خلاف ورزی کرنے پر انہیں عہدے سے ہٹادیا۔]

سچی اور ہمدرد ریاست، ہر شہری کی ماں ہوتی ہے

جیسنڈا آرڈرن (نیوزی لینڈ کی وزیرِ اعظم) کے نام

ارشاد عرشیؔ ملک

صُوفی اِزم کی تم سے آتی ، خوشبو بھینی بھینی ہے
اتنا ظرف کہاں سے لائی ہو بی بی جیسنڈا؟؟
تم نے دُنیا کو بتلایا، اُلفت کا پیماں ہوتی ہے
بنا بنایا رسمی طور طریقہ تم نے توڑا ہے
بوسیدہ الفاظ کا تم نے کفن نہیں پہنا پیاری
عزم تمہارا دیکھ کے دنیا، ششدر ہے، حیراں ہوتی ہے
دنیا بھر کو حیراں کر گئے،جیسنڈا تمہارے لوگ
صبر و سکوں اور دانش مندی ،غالب آئی دہشت پر
پیارو ! اتنی اعلیٰ ظرفی کب کارِ آساں ہوتی ہے
اپنے قول و فعل سے تم ،سچائی کی آواز بنیں
تم نے اہلِ علم و اہلِ طاقت کو جھنجھوڑ دیا
بے شک ایک کِرن ہی روشن صبح کا اعلاں ہوتی ہے
اب تمہارا طور طریقہ دنیا کو اپنانا ہو گا
رنگت، مذہب، نسل کے جھگڑے طاق پہ رکھنا ہوں گے
دیکھیں اِس منشور پہ عرشیؔ دنیا کب یکجاں ہوتی ہے

جانے کیا مذہب ہے تمہارا، رُوح پوِتّر دینی ہے
تخت و تاج کی مالک ہو پر مسلک خاک نشینی ہے
سچی اور ہمدرد ریاست،ہر شہری کی ماں ہوتی ہے
دنیا بھر کے خوابیدہ احساس کو خُوب جھنجھوڑا ہے
سچائی کا ، عمل کا،سُندر آنچل سر پر اوڑھا ہے
سچی اور ہمدرد ریاست،ہر شہری کی ماں ہوتی ہے
مظلوموں کو گلے لگا کر روئے ،پیارے پیارے لوگ
تم فاتح ہو،اعلیٰ ظرف،نیوزی لینڈ کے سارے لوگ
سچی اور ہمدرد ریاست،ہر شہری کی ماں ہوتی ہے
لاکھوں میل کی دُوری سے ہر دُکھیا کی ہمراز بنیں
آنے والے ایک نئے امکان کا تم آغاز بنیں
سچی اور ہمدرد ریاست،ہر شہری کی ماں ہوتی ہے
اپنے اپنے دیس میں ،یک رنگی کا باغ لگانا ہو گا
نفرت ،دہشت،وحشت کو اب مِل جُل کر دفنانا ہو گا
سچی اور ہمدرد ریاست،ہر شہری کی ماں ہوتی ہے

پیارے مصلح موعود (رضی اللہ عنہ) کی یادیں

میر مبارک احمد تالپور بلوم فیلڈ نیوجرسی

میرا نام میر مبارک احمد تالپور ہے۔ میری پیدائش انیس اپریل سن ۱۹۲۶ء کو ہوئی۔ میرے والد میر مرید احمد تالپور مرحوم سندھ کے تالپور خاندان سے شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔

جوانی میں ہی اپنے والد میر نواز علی تالپور سے اجازت لے کر تعلیم حاصل کرنے کی خاطر لکھنؤ سابقہ ہندوستان تشریف لے گئے اور ریاست رام پور کے مختار خاص تھے اس وقت مولانا ذوالفقار علی خان گوہر (مولانا محمد علی شوکت علی برادران کے بڑے بھائی) کی تبلیغ کے نتیجہ میں قادیان تشریف لے گئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی دستی بیعت سن ۱۹۱۶ء میں کی اور وہاں مولوی فاضل تک تعلیم حاصل کی۔ والد صاحب کی وفات ستمبر ۱۹۵۲ء بمقام حیدرآباد سندھ میں ہوئی اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اونچا مقام دے۔ آمین۔

بابت: حضور کی پیشگوئی کے الفاظ ....اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا...

اب میں مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ذاتی طور پر کچھ واقعات پیش کرتا ہوں۔

خاکسار تقریباً ۱۲ سال کی عمر میں ۱۹۳۶ء میں محلّہ شمس آباد سکھر سندھ میں سخت بیمار ہوا۔ ٹائیفائیڈ، ملیریا، اور انفلوئنزا کا سخت حملہ ہوا۔ فیملی ڈاکٹر منگھن مل رخصت پر دہلی گیا ہوا تھا۔ ایک اور مسلم ڈاکٹر کا علاج شروع کیا معاینہ پر سینہ پر بار بار ٹکور کرنے کے لیے کہا جس کے نتیجہ میں پھیپھڑے سوکھتے گئے۔ بولنا بند ہو گیا اور آدھے جسم میں جان نہ رہی۔ اس وقت میرے نانا جان صحابی سیّد ولایت حسین شاہ صاحبؓ ہمارے گھر قادیان سے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے امی جان سے کہا کہ فوراً حضور رضی اللہ عنہ کو دعا کے لیے جوابی تار دو۔ امی جان نے جوابی تار دی اور لکھا کہ "اپنا بیٹا" آپ کے حوالے کرتی ہوں، اس کی کامل صحت کے لئے دعا کریں۔

یہ دعا کر رہی تھیں کہ خدا کرے میرے زندہ رہنے تک تار حضور تک پہنچ جائے۔ جوابی تار کا جواب فوراً موصول ہوا۔ حضور نے لکھا اللہ تعالیٰ مبارک احمد کو صحت کاملہ عطا کرے گا۔ فکر نہ کریں۔ تار موصول ہونے کے بعد دوسرے روز میں نانا جان کی گود میں سیب کا گودا چوس رہا تھا۔ یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے!

اب دوسرا واقعہ بیان کرتا ہوں میری اہلیہ مرحومہ سیدہ حفیظۃ الرحمان نے اپنی ڈائری میں یہ واقعہ درج کیا ہوا ہے یہ غالبا" سن ۱۹۵۵ کی بات ہے کہ میں سندھ گورنمنٹ میں ملازم تھا اور ہم کراچی میں فکری مینشن میں رہتے تھے میری اہلیہ اور بیٹا منیر جسکی عمر اس وقت اندازاً تین سال ہو گی وہ سخت بیمار ہوا اور ساتھ ہی میں بھی ایک بار پھر ٹائی فائیڈ بخار کا شکار ہوا اور یہ بخار ہر شام ایک سو چار اور ایک سو پانچ ڈگری تک چڑھ جاتا تھا جس کی وجہ سے میری اہلیہ سخت پریشان تھیں اور مجھے سندھ گورنمنٹ ہاسپٹل میں داخل کیا گیا جہاں میرا اچھا علاج ہوا اور خوب دھیان رکھا گیا۔ میری اہلیہ مرحومہ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو خط میں بیماری اور پریشانی کا ذکر کر کے دعا کی درخواست کی۔ حضور کی طرف سے جواب آیا کہ فکر مت کرو۔ اللہ تعالیٰ مبارک کو صحت اور لمبی عمر عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعاؤں کے طفیل مجھے صحت دی اور اس کے بعد مجھے کوئی ایسی بیماری نہیں ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے الفاظ کہ "وہ ظاہری اور باطنی علوم سے پر ہو گا"

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ عموماً ہر سال کراچی تشریف لاتے تھے اور سمندر کی سیر پر جاتے تھے کیونکہ حضور کو درد نقرس کی تکلیف تھی اور ہم نے سنا تھا کہ سمندر کی ہوا اور سیر اس تکلیف کو دور کر دیتی ہے۔ ہماری کوشش ہوا کرتی تھی کہ سندھ مسلم کالج کراچی کے پروفیسر صاحبان کو ساتھ لا کر حضورؓ سے ملاقات کروائیں اس طرح ایک موقع پر ہم یعنی میں اور میرا مرحوم دوست عبدالمنان خالد اور سید اکرم شاہ دو پروفیسروں کو ملاقات کی غرض سے حضور کے پاس لائے وہ پروفیسر ہمیشہ اپنی تعلیم پر ڈینگیں مارا کرتے تھے کہ ہم تمہارے حضور سے سوالات کر کے انہیں خاموش کروا دیں گے لیکن

جب وہ ملاقات کے لیے آئے تو ایک دو سوالات کر کے اور جوابات سن کر ایسے گم صُم ہوئے کہ بعد ملاقات ہم سے پوچھنے لگے کہ ان کی تعلیم کہاں تک ہے اور یہ کہ ہم تو انکے سامنے "طفل مکتب" رہے انکا اسقدر گہرا مطالعہ تھا کہ ہم بیان نہیں کرسکتے ہم نے کہا دنیاوی تعلیم تو حضور کی صرف میٹرک تک ہے لیکن بہت زیادہ پڑھے ہوئے لوگ ان سے آکر بہت کچھ سیکھ کر جاتے ہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کا معجزہ ہے۔

ایک اور معاملہ جس میں حضرت مصلح موعودؓ سے میں نے ان کی رائے مانگی اور وہ یہ تھی کہ میں بی اے آنرز معاشیات میں کراچی میں پڑھ رہا تھا میں نے حضورؓ کو لکھا کہ امتحانات میں اکثر یہ سوال آتا ہے کہ سود حرام ہے ایسا کیا انتظام بینکوں کا کیا جائے جہاں سود کے بغیر بینک چلائے جائیں۔

حضورؓ نے جواب دیا کہ بچوں کو ایسا سوال دینا نہایت ظلم کی بات ہے جس کا جواب اس وقت کے گورنر اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے پاس بھی نہیں ... مزید تحریر کیا کہ اگر جرمنی میں سونا، زیورات اور قیمتی اشیاء رہن رکھ کر بینک چل سکتے ہیں تو پاکستان میں کیوں نہیں چل سکتے؟ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ یہ تو وہی بات ہوئی کہ کیا صورت اختیار کی جاوے جس سے سؤر کھانا جائز ہو جاوے۔

یہ پیشگوئی کے مطابق حضور کے ذہین اور فہیم ہونے کا ایک ثبوت ہے۔

ایک اور واقعہ جو تاریخ ساز ہے پیش کرتا ہوں۔

میرے ایک عزیز مجھ سے بحث کرنے لگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن والد پیدا نہیں ہوئے تھے اور ان کے والد تھے میں نے انہیں کہا کہ قرآن مجید سے صاف ثبوت ملتا ہے کہ ان کے والد نہیں تھے اور یہ کہ یہودی لوگوں کا یہ الزام تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام یہ بیٹا کہاں سے لائی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا کہ وہ بن باپ تھے اور میں نے یہ دلیل بھی دی آدم بھی تو بن باپ پیدا ہوئے تھے لیکن میرے دلائل کو میرے ان عزیز نے نہیں مانا اور یہاں تک کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عقیدہ تھا آخر ایک دن میں حضرت مصلح موعودؓ کو خط لکھ رہا تھا کیونکہ میری یہ عادت تھی کہ میں ہر پندرہ روز کے بعد ایک خط حضورؓ کو دعا کے لیے لکھا کرتا تھا۔ میرے خط لکھتے وقت، میرے وہ عزیز آئے اور کہا کہ حضورؓ سے اس معاملہ کے متعلق بھی پوچھو۔ میں نے حضورؓ کو سارا واقعہ لکھا۔ حضور کا جواب آیا جو کافی سخت تھا وہ خط مجھ سے ایڈیٹر "المصلح رسالہ" نے لیا اور یہ خط اس رسالہ میں اور اخبار الفضل میں ایک دوبار شائع ہوُا جسے پڑھ کر احباب بہت خوش ہوئے اور مجھے مبارک باد دی کہ اچھا ہوُا یہ معاملہ صاف ہو گیا ورنہ یہ ہو سکتا تھا کہ یہ اعتراض بعد میں مشکلات پیدا کرتا۔

میرا یہ خط مجھے واپس نہیں ملا لیکن رسالہ المصلح کراچی اور الفضل اخبار میں یہ خط سن ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۲ء کے دوران شائع ہوُا تھا۔ مفہوم کچھ یوں تھا کہ حضورؓ نے فرمایا کہ یہ درست ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ میرے استاد تھے لیکن جو علم قرآن و حدیث کا اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا وہ کہیں زیادہ تھا اور فرمایا جہاں تک مجھے یاد ہے خلیفہ اولؓ نے اس معاملہ میں رجوع فرمایا تھا اور مزید لکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حکم اور عدل تھے اور ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے تھے اور لکھا کہ اس کے بعد اگر کسی کا خیال ہے کہ ان کا باپ تھا تو وہ زٹلی قسم کا انسان ہو گا اور پھر یہ لکھا کہ اپنے اس عزیز کو کہیں کہ اپنے ایمان کی فکر کریں یہ خط پڑھ کر میرے عزیز بالکل خاموش ہو گئے اور پھر اس مسئلہ پر کبھی گفتگو نہیں کی۔

ایک اور واقعہ قبولیت دعا کا یاد آیا پیش کرتا ہوں۔

میرے والد میر مرید احمد تالپور کی وفات ستمبر ۱۹۵۲ء میں ہوئی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو حضور نے غالباً اکتوبر ۱۹۵۲ء کے پہلے خطبہ جمعہ میں کافی تفصیل سے ان کا ذکر کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میر صاحب نے اپنے بہنوئی میر اللہ داد خان (تالپور) جو غیر احمدی شیعہ جماعت سے تھے انہوں نے درخواست دعا نرینہ اولاد کے لیے کی اور حضور کی دعا کے طفیل ان کے گھر بیٹا پیدا ہوُا لیکن کچھ شیعہ افراد نے میر صاحب سے کہا کہ یہ بیٹا امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت کی توجہ کا نتیجہ ہے اور میر صاحب یہ بالکل بھول گئے کہ انہوں نے خلیفہ ثانیؓ کو نرینہ اولاد کے لیے دعا کے لیے درخواست کی تھی آخر اللہ تعالیٰ نے وہ بیٹا بالکل چھوٹی عمر میں واپس لے لیا۔

مجھے یاد ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ

عنہ اپنی تقریر کے دوران جب دیکھتے تھے کہ سننے والے کچھ سست پڑ رہے ہیں تو کوئی نہ کوئی لطیفہ سنا دیتے تھے۔

چنانچہ ایک بار آپ نے فرمایا کہ ہم سندھ میں اپنی زمینوں کی حالت دیکھنے صبح صبح سیر کرنے گئے۔ حضور ہمیشہ نماز فجر ادا کرنے کے بعد بغرض سیر اور دیکھ بھال زمینوں پر جایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ عبدالغنی صاحب تھے اپنی زمین دیکھنے کے بعد حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب " چور کولوں پنڈ کالی " لیکن حضور نے محسوس کیا کہ مولوی صاحب کو تو ہنسی ہی نہیں آئی شاید وہ اس کا مطلب نہیں سمجھے مولوی صاحب سے پوچھا کہ میں نے تو ایک ایسی بات کہی ہے کہ آپ کو مزا اور ہنسی آنی چاہیئے تھی لیکن آپ تو ہنسے ہی نہیں آپ کیا سمجھے ... مولوی صاحب قدرے سیاہ رنگت کے تھے کہنے لگے کہ حضور! ایک تو آپ نے میرا کالا رنگ بتلایا ہے اور دوسرا چور کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن تیسرا لفظ "پنڈ" میری سمجھ میں نہیں آیا یہ سن کر حضور خوب ہنسے۔

ایک اور ایسا واقعہ پیش کرتا ہوں جس سے میرے جسم میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے۔ ویسے تو ہم محسوس کرتے تھے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ہر احمدی سے محبت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یادداشت کا ملکہ اتنا دیا تھا کہ ملاقات کے وقت ہر کسی کو یہ بتلاتے تھے کہ فلاں کے بیٹے اور فلاں کے پوتے ہو لیکن مجھ خاکسار کے ساتھ بہت محبت اور پیار کا سلوک رکھتے تھے ایک واقعہ جو مجھے کبھی نہیں بھولتا اور اب بھی یاد کر کے خوشی سے میرا چہرہ تمتما جاتا ہے پیش کرتا ہوں میں جب ون یونٹ بننے پر ۱۹۵۵ء میں لاہور گیا تو نماز پڑھنے رتن باغ پہنچا کیونکہ حضور رتن باغ میں قیام پذیر تھے۔

سیکریٹیریٹ دفتر سے جب رتن باغ پہنچا تو مجھے جگہ کافی دور ملی کیونکہ بہت سے دوست ظہر کی نماز ادا کرنے کے لئے بیٹھے تھے۔ حضورؓ کی آمد کا انتظار تھا۔ اور میں نے دیکھا محترم چودھری عبداللہ خان مرحوم امیر جماعت کراچی برادر چودھری ظفراللہ خان مرحوم کراچی سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں انہیں دیکھ کر بہت خوش ہؤا کیونکہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اور ہمیشہ اجلاس میں میری نظم رکھتے تھے اور ہر جمعہ کی نماز کی اذان بھی مجھ سے دلوایا کرتے تھے۔ میرے ساتھ ایک اور صاحب بھی بیٹھے تھے۔ جب میں نے چودھری عبداللہ خان کو دیکھ کر خوشی محسوس کی تو وہ شخص فوراً کہنے لگا آپ کو معلوم نہیں اس کے بیٹے نے چودھری ظفراللہ خان کی بیٹی سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے مجھے یہ بات سخت ناگوار گزری اور میں نے اس شخص سے کہا کہ مجھے ان کی یہ بات بہت بری لگی ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ مجھے جانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں وہ بولے کہ میں حکیم عبدالوہاب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں، میں نے کہا یہ اور بھی بری بات ہے۔

لوگ نماز پڑھنے کے لئے حضورؓ کا انتظار کر رہے تھے۔ حضورؓ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ چودھری صاحب نے، جنہیں یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ میں اس بھیڑ میں موجود ہوں۔ بلند آواز سے کہا "اگر مبارک احمد تالپور یہاں موجود ہوں تو فوراً آکر اذان دیں۔" میں اپنی خوشی کی انتہا بیان نہیں کر سکتا کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کئے کہ میں اتنی دور بیٹھا حضور کے پاس اس طرح پہنچ جاؤں گا، میں نے لبیک کہا اور حضور کے پاس کھڑے ہو کر اذان دی اور سننے والے کہتے تھے کہ ہم نے اس سے پہلے اتنی پرسوز اذان نہیں سنی۔ یہ مبالغہ نہ تھا میں نے خود ایسا محسوس کیا کہ اللہ جانے آج میری آواز کو کیا ہؤا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ رش کی وجہ سے میرے لیے نماز کے لئے وہاں کھڑا ہونا ممکن نہ تھا حضورؓ نے نہایت پیار سے مجھے کہا کہ آؤ میرے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور تکبیر پڑھو کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ میری خوشی کا کیا حال ہؤا ہو گا دل چاہتا تھا کہ یہ نماز بہت زیادہ لمبی ہو جائے اور میں اسی طرح حضور کے پہلو میں نماز ادا کرتا رہوں اتنے میں حضورؓ نے نماز ظہر ادا کرنے کے بعد نماز عصر کے لیے کہا تکبیر پڑھو بس پھر کیا تھا نمازیں ادا کرنے کے بعد جو خوشی مجھے میسّر ہوئی آج تک یاد ہے۔ الحمدللہ۔

فی الحال اتنا ہی باقی آیندہ سہی مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں۔ جزاکم اللہ۔

"بہت دعائیں کریں۔ بہت دعائیں کریں۔ بہت دعائیں کریں۔"

تحریر: امام سید شمشاد احمد ناصر۔ ڈیٹرائٹ امریکہ

رمضان المبارک کے مہینہ کی جہاں اور بہت سی خصوصیات ہیں وہاں ایک اور بہت بڑی خصوصیت یہ ہے، کہ یہ مبارک "مہینہ دعاؤں کا مہینہ ہے۔" اس مبارک مہینہ میں بہت ہی دعائیں کرنی چاہئیں بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ اس مہینہ میں دعائیں کرنا ہی ہمارا اوڑھنا اور بچھونا ہو جانا چاہئے کیونکہ مہینہ آتا ہی اس لئے ہے کہ انسان کا خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم ہو جائے۔ اور پھر وہ اس سے جو چاہے مانگے، تنہائی میں مانگے، ہاتھ اٹھا کر مانگے، سوتے اور جاگتے میں مانگے، اٹھتے اور بیٹھتے مانگے۔ الغرض اس کا کوئی ایسا لمحہ نہ گزرنا چاہئے کہ اس کا دھیان خدا کی طرف نہ ہو۔ بس مانگیں اور صرف اور صرف خدا ہی سے مانگیں۔ ہاتھ پھیلائیں تو اسی کے آگے کیونکہ دینے والا، عطا کرنے والا اور قبول کرنیوالا وہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"ہمارا خدا بڑا حیا والا، بڑا کریم اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔" (ترمذی کتاب الدعوات)

پس خدا سے مانگنے میں انسان کو کوئی عار اور شرم نہیں ہونی چاہئے ہاں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے میں ضرور شرم محسوس کرنی چاہئے۔

حضرت عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"رمضان میں اللہ کا ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے اور اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا کبھی نامراد نہیں رہتا۔" (جامع الصغیر)

دعا کو ایک پانی کی طرح سمجھنا چاہئے کہ ہمارے روحانی جسم کی آبیاری اور اسے سرسبز و شاداب رکھتا ہے۔ دعا کے بغیر انسان کچھ بھی تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بھی اعلان فرمادیا ہے کہ

قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡ لَا دُعَآؤُکُمۡ۔ (سورۃ الفرقان) اے رسول کہہ دے! کہ میرا رب تمہاری پرواہ ہی کیا کرے اگر تمہاری دعائیں نہ ہوں۔

کنز العمال کی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت وترغیب بھی فرمائی

یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ ہَلُمَّ ھَلْ مِنْ دَاعٍ یُسْتَجَابُ لَہٗ، ھَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ یُّغْفَرُ لَہٗ، ھَلْ مِنْ تَاءِبٍ یُّتَابُ عَلَیْہِ۔

اے خیر کے طالب! آگے بڑھ آگے بڑھ! کیا کوئی ہے جو دعا کرے تاکہ اس کی دعا قبول کی جائے۔ کیا کوئی ہے جو استغفار کرے کہ اسے بخش دیا جائے کیا کوئی ہے جو توبہ کرے تاکہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔

پس رمضان میں اس سے زیادہ کون سا بہتر موقع ہو گا کہ ہم اپنا رمضان دعاؤں میں ہی گزاریں۔

آج کل عالم اسلام جس تکلیف اور کرب کی حالت سے گزر رہا ہے خصوصاً وطن عزیز۔ اس کے لئے تو بہت دعاؤں کی ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ رحم فرمائے اور سارے عالم اسلام میں امن اور چین پیدا فرمادے اور مسلمانوں کی حالتِ زار پر خاص فضل اور رحم نازل فرمائے۔ مسلمانانِ عالم کی کشتی جو ہچکولے کھا رہی ہے، کو خدا تعالیٰ کسی طرح پار لگائے۔ اور یہ اس طوفان سے بچ جائیں۔ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائیں، قوم ابھی بھی محسوس نہیں کر رہی کہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ خدا تعالیٰ کا غضب اور اس کی ناراضگی کی وجہ سے ان پر آفات نازل ہو رہی ہیں بہت کم لوگ ہیں جو یہ سمجھ رہے ہیں بلکہ اب اس کا برملا اظہار بھی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن مجید میں واضح الفاظ میں فرمادیا ہے۔

وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ۔ (سورۃ ق: آیت 30)

میں اپنے بندوں پر ہاں ان بندوں پر جن کے دل میں خشیت الٰہی ہوتی ہے جو عجز و انکسار اختیار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے دوستی رکھتے ہیں جو خدا تعالیٰ کو ہر شئے پر مقدم رکھتے ہیں، پر کبھی ظلم نہیں کرتا۔ کچھ عرصہ پہلے کراچی میں گرمی سے ایک ہزار کے لگ بھگ اموات ہوگئی تھیں، کراچی میں

گرمی کی اس شدت کی لہر کا آنا جو کہ ساحل سمندر پر واقع ہے تھوڑا سا حیران کن بھی ہے۔ پھر یہ ظلم جو مسلمانوں نے ایک دوسرے پر کئے کہ ان کی عبادت گاہوں پر حملے کئے ان کے بچوں اور عورتوں کو قتل کر دیا بسوں سے نکال کر بھون ڈالا، کئی لوگوں کو مار مار کر اَدھ موا کر دیا تو پھر ان کو آگ میں جلا کر مار ڈالا، مردوں کی قبرستان میں بے حرمتی کی گئی، مساجد سے کلمہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہیں پولیس نے تو کہیں عیسائیوں کو پیسے دے کر مٹا ڈالا۔ کہیں ہتھوڑوں سے خدا کے نام پر ضربیں لگائی گئیں تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان باتوں کے کرنے سے اور ان ظلموں کے باوجود بھی خداتعالیٰ قوم پر انعامات کی بارش نازل فرمائے گا؟؟؟

ایسی امت کی اصلاح کیسے ہو گی؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ کیا مکہ معظمہ کا مفتی یا امام کعبہ، یا جامعہ ازھر کے علماء یا کسی اور اسلامی ملک کا بڑا عالم اس امت کی اصلاح کر سکتا ہے؟

میں آپ کی خدمت میں اس کا جواب مولانا رشید احمد گنگوہی کے ایک حوالہ سے دیتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی جب کسی کو اصلاح خلق کے بہت درپے دیکھتے تو فرمایا کرتے تھے۔ ہاں بھائی کرو، تم کو ثواب ملے گا، مگر اب اصلاح کی امید نہ رکھو۔ اب اصلاح نہ ہو گی بلکہ فساد ہی بڑھے گا۔ بس اب تو حضرت مہدیؑ ہی تشریف لا کر امت کی اصلاح فرمائیں گے۔"

(ماہنامہ "النور" ذی الحجہ 1347ھ تھانہ بھون۔ یوپی۔ بھارت" (امام مہدی از ضیاء الرحمٰن فاروقی۔ صفحہ 1)

"حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند (یوپی۔ بھارت) دہلی تشریف لائے۔ مدرسہ عبدالرب میں قیام تھا۔ کچھ بخار تھا۔ حضرت مولانا محمود حسن (شیخ الہند) مولانا احمد حسن امروہی اور امیر شاہ خان صاحب پیر دبا رہے تھے۔ خان صاحب نے حضرت نانوتویؒ سے عرض کیا کہ مسلمانوں کے لئے دعا فرمایئے۔ یہ ذلیل ہو چکے ہیں۔ ان کی حکومت جا چکی ہے۔ ان کی جاگیروں اور جائیدادوں پر ساہوکاروں نے قبضہ کر لیا ہے۔ حکومت کے لوگ غالب آ چکے ہیں۔ مسلمان بہت پسماندہ ہو گئے ہیں۔ دعا فرمائیں اللہ ذلت رفع فرما دے تو حضرت جوش میں بخار کی حالت میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا امیر شاہ مسلمان ذلیل ہو گئے۔ ابھی کچھ ذلیل نہیں ہوئے۔ ابھی اور ذلیل ہوں گے۔ ذلت کی انتہا ہو جائے گی جس کا تم ابھی تصور نہیں کر سکتے۔ اس وقت غیرت الٰہی جوش میں آئے گی اور ادھر سے مدد ہو گی۔ خراسان کی طرف اشارہ فرمایا (مطلب ظہورِ مہدیؑ تھا اور یہ قول حضرت شیخ الہند کا ہے)۔ غرض قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور قاسم العلوم و الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مطابق اب حضرت مہدیؑ ہی تشریف لا کر دنیا کی اصلاح فرمائیں گے۔ ایسی قوت کا مجدد جس کی روحانی قوت اتنی بڑھی ہو کہ وہ پورے عالم کے حالات بدل سکے اس قوت کے مجدد سوائے حضرت مہدیؑ کے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔

"حکیم الاسلام قاری محمد طیب کی مجالس صفحہ 136 تا 137 سے ماخوذ۔ ادارہ تالیفات اولیاء، دیوبند۔"

(امام مہدی۔ از ضیاء الرحمٰن فاروقی۔ صفحہ 2،1)

مزید فرماتے ہیں:

"بات یہ ہے کہ وہ زمانہ حضور کے زمانہ سے قریب تھا اس وقت نور تھا اب وہ نور نہیں رہا ہم ظلمت کے زمانہ میں ہیں اب چاہے ہم کتنا ہی علم حاصل کر لیں مگر وہ نور نہیں یہ تو خیر القرون میں تھا اور ہم تاریکی کے زمانہ میں ہیں سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی ہزاروں بجلیاں اور گیس روشن ہو جاتے ہیں مگر ویسی روشنی نہیں ہوتی جیسی دن میں ہوتی ہے۔ بس اب تو امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں خیر ہو گی یا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں۔ اس سے پہلے تو ظلمت ہی ظلمت ہو گی۔"

(ملفوظات حکیم الامت جلد 6 مولانا اشرف علی تھانوی۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

ان بزرگان کی آراء کو تعصب کی پٹی اتار کر دیکھنا چاہئے کہ یہ کون سا وقت ہے۔ ایسا وقت امت پر کیوں آیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے؟ کیا واقعۃً کوئی آ گیا ہے یا نہیں یا کب آنا ہے؟ ان سوالوں کا جواب میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔ لیکن آپ کو یاد کرا رہا ہوں کہ اس بابرکت مہینہ میں یہ دعا بھی کریں کہ خداتعالیٰ ہمیں ظالموں سے بچائے اور ظلم سے بھی بچائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا یہ بھی ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا اے اللہ ہم

پر کوئی ایسا جابر حکمران نہ مسلط کرنا جو ہم سے انصاف نہ کرے اور ظلم ہی کرتا چلا جائے۔ وطن عزیز میں بہت ظلم ہو رہا ہے بہت ظلم ہو رہا ہے۔ اس لئے ان بابرکت دنوں میں خاص دعاؤں کی ضرورت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے ۔یہ حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر لیا ہے تو تم بھی ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کو حرام سمجھو، اے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں پس تم مجھی سے ہدایت طلب کرو کہ میں تمہیں ہدایت دوں۔ اے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں کھلاؤں پس تم مجھی سے روزی مانگو تو میں تمہیں روزی دوں، اے بندو! تم میں سے ہر ایک ننگا ہے سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں۔ پس تم مجھی سے لباس مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔ اے بندو! تم رات میں بھی گناہ کرتے ہو اور دن میں بھی اور میں سارے گناہ معاف کر دوں گا۔"

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم حدیث 2577)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا سے ہی مانگو۔ مگر ہمارے ملک میں اتنا شرک پھیل گیا ہے کہ لوگ قبروں پر جا جا کر منتیں مانگتے ہیں اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں جہالت کی انتہاء ہے کہ بعض لوگ تو اپنے چاہنے والوں کی تصاویر کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ پس یہ جان لینا چاہئے کہ خدا کے سوا نہ کوئی دعائیں سننے والا ہے اور نہ ہی خدا کے سوا کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلانا چاہئے۔ ہاتھ پھیلائیں تو خدا کے سامنے اور مانگیں تو خدا سے! وہی دے گا، وہی قبول کرے گا۔ پس اس مبارک مہینہ کو دعاؤں سے سجادو۔

ہمارے امام نے کیا ہی سچ فرمایا ہے کہ
"دعائیں کرو۔ دعائیں کرو۔ دعائیں کرو۔"

الفضل۔۔۔ حضور کا یہ خط ہے جو میرے نام آیا

پروفیسر محمد شریف خان فلاڈلفیا، امریکہ

الفضل سے میرا پہلا تعارف

1945 میں بھائی جان ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب (حال ٹورانٹو، کینیڈا) کی شادی قادیان دارالامان میں محترم حضرت بھائی مرزا برکت علی صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دختر نیک اختر کے ساتھ طے پائی۔ اباجی، ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب نے اپنے اکثر غیر احمدی رشتہ داروں کو اس تقریبِ سعید میں مدعو کیا تھا تا کہ اس بہانے قادیان آ کر یہاں کا ماحول دیکھیں۔ اُن مدعویان حضرات میں اباجی کے ایک قریبی رشتہ دار مولوی مدد علی صاحب جو وزیر آباد میں احمدیت کے مانے ہوئے کٹّر معاند شامل تھے۔

موصوف ہائی سکول میں عربی کے استاد تھے، انہیں اپنے علم پر بڑا مان تھا۔ دو تین دن قادیان میں ٹھہرے، اس دوران "الفضل" میں بھائی جان کی شادی کی خبر دعا کی درخواست کے ساتھ شائع ہوئی۔ مولوی موصوف نے اباجی سے الفضل کا شمارہ لیا۔ اعلان کے الفاظ کی شستگی اور دعا کی درخواست سے جل بھن گئے۔ یہ کہتے ہوئے کہ "دیکھتا ہوں تمہارے خلیفہ اور تمہاری دعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں، میں پیش گوئی کرتا ہوں، یہ شادی مہینہ بھی نہیں چلے گی"۔ میری عمر اس وقت چھ سات سال تھی، مولوی کے اس قدر شور و غوغا مچانے کی وجہ سے یہ واقعہ میری یاد داشت میں اب تک نقش ہے۔ الفضل کا شمارہ جس رعونت کے ساتھ انہوں نے طے کر کے اپنے تھیلے میں گھسیڑا، اس سے ان کی احمدیت سے تعصب کی غمازی ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احباب کی دعاؤں کے طفیل اب اس جوڑے سے آٹھ کنبے جرمنی، امریکہ اور کینیڈا میں پھیلے جماعت کی دعاؤں کی قبولیت کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔

پارٹیشن کے بعد ہم اپنے گاؤں چک سان، ضلع گوجرانوالہ اپنے آبائی گھر آ گئے، اباجی افریقہ سے 1948 میں پیشگی ریٹائرمنٹ لے کر ہم سے آ ملے۔ ڈاک کا انتظام ٹھیک نہیں تھا، ڈاکخانہ گاؤں سے تین میل کے فاصلے پر ایک پرائمری سکول میں تھا۔ ہرکارہ گاؤں میں نمبردار کے پاس ڈاک پہنچا جایا کرتا

تھا، کبھی الفضل ملتا کبھی نہ ملتا۔ جب ملتا تو الفضل پر گالیاں اور بُرے الفاظ لکھے ہوتے۔ ابا جی لا حول اور دعائیں اور یہ مصرع خوش الحانی سے پڑھتے ہوئے "حضور کا یہ خط ہے جو میرے نام آیا!" الفضل کھولتے، اور اس کے مضامین میں گُم ہو جاتے۔ نمازِ عصر کے بعد جب ہم قرآنِ کریم پڑھنے بیٹھتے، تو ابا جی ہمیں الفضل میں سے حضور پرنور کی صحت اور دوسری اہم خبریں پڑھ کر سناتے۔ میں کچھ کچھ اردو الفاظ اُٹھانے لگا تھا۔ مجھ سے دو تین پیرے سنتے اور مطلب بتاتے۔ ان میں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے ملفوظات کے علاوہ، تربیتی مضامین اور جماعتی اور ملکی خبریں ہوتیں۔

جب ہم 1952 میں گکھڑ منڈی منتقل ہوئے اس وقت میں چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ یہاں ڈاک کا نظام کچھ ٹھیک تھا۔ ہماری مسجد تھی، باقاعدہ باجماعت نمازیں ادا کرتے، صبح کی نماز کے بعد تفسیرِ کبیر اور عصر کے بعد ملفوظات کا درس معمول تھا۔ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا خطبہ الفضل سے پڑھ کر سنایا جاتا۔ ہم بچے نماز سے پہلے مسجد میں پہنچ کر الماری میں الفضل کے گزشتہ شماروں سے استفادہ کرتے۔

1953ء میں فسادات کے دوران الفضل پر پابندی لگا دی گئی۔ اگرچہ یہ ہماری رگِ جان کاٹ دینے کے مترادف تھا مگر دشمن "الفضل" سے ہمارا رابطہ کاٹنے میں ناکام رہے، مسجد کی الماری میں الفضل کے گزشتہ شماروں' اس روحانی پانی کے کوزوں کا ذخیرہ ہمارے کام آتا رہا۔ عام جہازی قدو کاٹھ کے اخبارات سے الگ اس چار ورقہ اخبار کے ہر صفحے پر زندہ مذہب کی زندہ حقیقتوں کو اجاگر کرتے ہوئے زندہ مضامین ہماری روحانی اشتہا بجھاتے۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام اور خلیفۂ وقت کے سدا بہار ارشادات جماعت کی ہر لحہ راہنمائی کا ذریعہ تھے۔ تعصب اور ہٹ دھرمی نے الفضل کے سیلِ رواں کو روکنے کے لیے جتنے بند باندھے تھے، جماعت کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے طفیل چند مہینوں میں تحلیل ہو گئے، اور سلسلۂ احمدیت کا شجر اس روحانی مائدہ سے پھر سے مستفید ہونے لگا۔

وقفِ زندگی اور الفضل

انہی دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے وقفِ زندگی کے موضوع پر تین چار خطبات الفضل میں چھپے، جنہوں نے احمدی والدین کے ذہنوں میں ایک ہلچل پیدا کر دی۔ ان خطبات کے سننے کے بعد ابا جی مرحوم کی ذہنی کیفیت کا اندازہ اس بات سے کیجیے، ابا جی کئی دن بے تاب سے رہے، ایسا لگتا تھا کہ آپ کے ذہن پر کچھ بوجھ ہے۔ آخر ایک دن مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا: "شریف بیٹے، تم نے حضرت صاحب کے خطبات سنے اور پڑھے ہیں۔ میری خواہش ہے تم اپنی زندگی وقف کر دو۔ پہلے تمہارا بھائی منیر وقفِ زندگی تھا جو شہید ہو کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلا گیا۔ تمہارے دونوں بڑے بھائی اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہیں۔ تم ہو جو ابھی پڑھ رہے ہو۔ اگر تم زندگی وقف کر دو تو مجھے بڑی خوشی ہو گی"۔ میرا "ہاں" میں جواب سن کر بہت خوش ہوئے، اور فوراً حضرت صاحب کی خدمت میں منظوری کے لیے عریضہ لکھا، اور جب حضورؓ سے منظوری آئی تو مسجد میں مٹھائی بانٹی اور بار بار خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے۔ اور پھر مجھے نظامِ وصیت میں شامل ہونے کی اہمیت کے بارے میں بتایا۔ میں نے وصیت کر دی۔ آپ نے الفضل کا وہ پرچہ جس میں میری وصیت کا اعلان شائع ہوا تھا ایک عرصے تک سنبھالے رکھا، امریکہ آنے کی اگاڑ پچھاڑ میں کہیں گم ہو گیا۔

یہاں تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتا چلوں، جب میں 1963ء میں تعلیم الاسلام کالج میں لیکچرر مقرر ہوا، اور محترم مکرم میر مسعود احمد صاحب مرحوم سے تعارف ہوا تو اپنے مخصوص دھیمے انداز میں مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: "تو اچھا آپ ہیں محمد شریف، آپ کے والد صاحب کا نام ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ہے نا، اور آپ گکھڑ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں"، میرا ہاں میں جواب سن کر فرمایا کہ "جامعہ سے فراغت کے بعد میری پہلی تعیناتی دفتر دیوان تحریکِ جدید میں ہوئی تھی۔ اور میرا سب سے پہلا کام نئے واقفین کے نام رجسٹر میں اندراج کرنا تھا۔ مجھے یاد ہے آپ کے نام کا اندراج میں نے سب سے پہلے کیا تھا"۔ اللہ تعالیٰ میر صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے، آمین

دنیاداروں کے لئے تو اپنے بچوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے پر لگا دینے کا خیال ایک امتحان سے کم نہیں ہوتا۔ قربان جائیں اس جماعت کے جو خدا تعالیٰ کی رضاجوئی کی خاطر خلیفۂ وقت کے ایک اشارے پر اپنا تن من دھن اسلام کی خدمت میں نچھاور کرنے کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتی ہے خلیفۂ وقت کے

ادنیٰ سے اشارے پر اپنے ہونہار نوجوان بچوں کو خدمتِ دین کے لئے خلیفہ کے قدموں میں لاڈالتی ہے، الحمدللہ میں بھی ان خوش نصیب بچوں میں شامل ہوں۔ اس جذبے میں جماعت کی الفضل کے ذریعے بتدریج تربیت کا بڑا دخل ہے وقف کی منظوری کے بعد اباجی مجھے باقاعدہ الفضل پڑھنے کی مسلسل تلقین کرتے رہتے۔ اور اکثر کوئی اہم مضمون مجھ سے پڑھوا کر سنتے۔ مشکل مقامات پر میری راہنمائی فرماتے۔

فضلِ عمر ہوسٹل ربوہ میں الفضل

میٹرک کے بعد کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ارادہ تو جامعہ میں داخلے کا تھا، مگر جامعہ میں چھٹیوں کے باعث حضرت مولانا ابو العطاصاحب جالندھری پرنسپل جامعہ کی تحریک پر تعلیم الاسلام کالج میں داخل ہوا، اور فضل عمر ہوسٹل میں رہا۔ ہوسٹل کے Common Room میں جہاں دوسرے ملکی اخبار مہیا ہوتے وہاں طلباء کی روحانی تسکین کے لیے الفضل بھی نیوز سٹینڈ پر مہیا ہوتا۔ میں اور کئی لڑکے باقاعدہ الفضل کے قاری تھے، اباجی مرحوم اپنے خطوط میں بھی الفضل پڑھنے کی تحریک کرتے رہتے۔

لاہور میں رہائش کے دوران الفضل کی دستیابی

بی ایس سی اور ایم ایس سی کے دوران میں چار سال لاہور میں رہا۔ نمازِ جمعہ کے لیے مسجد احمدیہ بیرون دہلی گیٹ جاتا جہاں نماز کے بعد میری طرح کئی لوگ الفضل کا مطالعہ کرتے۔ مربی صاحب کے پاس تو ایک ہی پرچہ آتا، مگر کئی احباب سارے ہفتے کے اخبار اکٹھے کر کے ہماری طرح کے قاریوں کے لیے مسجد لے آتے۔ اس طرح الفضل کا مطالعہ ربوہ سے دُوری کا مداوا کر دیتا۔

حضورؒ کے ارشادات میرے افعال و کردار کی تربیت کرتے رہے۔ اور میری تربیت اور راہنمائی میں الفضل میں شائع ہونے والے مضامین نے بڑا کردار ادا کیا۔ ہمیشہ میرے پیش نظر رہا کہ میں وقفِ زندگی ہوں، ایک فرشتہ میری نگرانی کر رہا ہے، تاکہ میں اپنے فرائضِ منصبی میں کوتاہی نہ کروں، اور وہ فرشتہ "الفضل اخبار" تھا۔ تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ بی ایس سی کے نتائج کے مطابق مجھے اسلامیہ کالج سے میڈل Roll of Honor دیا گیا، الحمدُللہ۔

پنجاب یونیورٹی میں 1961ء کی ایم ایس سی زوالوجی کلاس میں ہم پاکستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے بیس طالب علم تھے، کچھ بی ایس سی میں مجھ سے اچھے نمبر لے کر آئے تھے۔ سب کو علم تھا میں احمدی ہوں، بہت اچھا ماحول تھا، میری نکیل فرشتے کے ہاتھ میں تھی، کلاس ٹیسٹوں میں میرے ساتھ تین چار لوگ تھے، ہم میں سے کوئی ایک فرسٹ آتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور راہنمائی سے میں 1963ء کے یونیورسٹی کے امتحان میں فرسٹ آیا اور Sir Williams Roberts Gold Medal کا حقدار قرار پایا۔ الحمد للہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درجِ ذیل ارشاد ہمیشہ میرے مدّ نظر رہا:

"میں ان مسلمانوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علومِ جدیدہ کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علومِ جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بد ظن کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ کیونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لیے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لیے یہ بات تراشتے ہیں کہ علومِ جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے"۔ (ملفوظات جلد اول ایڈیشن صفحہ 43)

الفضل دفتر کی دراز میں

بھلے وقتوں کی بات ہے جب اردو سائنس بورڈ والے، مختلف شعبوں میں ماہر سائنس دانوں کو ان کے علم سے متعلق اردو میں کتب لکھنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اس وقت کے بورڈ کے چیئر مین اشفاق احمد خان صاحب نے 1991ء میں مجھ سے رابطہ کیا۔ ان کی خواہش پر میں نے پاکستان میں پائے جانے والے سانپوں پر کتاب کا مسودہ لکھ کر بھجوا دیا۔ شرائط طے کرنے کے سلسلے میں ان سے لاہور میں ان کے دفتر میں جا کر ملا۔ کتاب کا کیا سائز ہو گا، اس پر بات کرتے ہوئے خان صاحب نے اپنی میز کی پہلی دراز کھولی اور اس میں سے الفضل کا تازہ شمارہ نکال کر میز پر پھیلا دیا اور دوہرا کر کے کہا، "آپ کے اخبار الفضل کو دوہرا کریں تو جو سائز بنتا ہے اس کے مطابق ہم کتاب چھاپیں گے"۔ اللہ کے فضل سے الفضل نے میری جگہ جگہ رہنمائی کی۔

ادارہ الفضل کی تحسین و تبریک

زندگی اک جُہدِ مسلسل ہے، جس میں کوئی پڑاؤ نہیں آتا، جو ٹھہرا وہ گیا! حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام کے قائم کردہ تعلیم الاسلام کالج میں پڑھنا اور پھر پڑھانا، میرے لیے ایک بڑی سعادت تھی، اللہ تعالیٰ کا انعام تھا۔ ربوہ میں اپنے مفوّضہ فرائض سے عہدہ برآہونے کے بعد اپنا اکثر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور اپنی علمی استعداد کی ترقی پر صرف کر تا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ربوہ میں رہتے ہوئے میرے مضمون میں پی ایچ ڈی کی ڈگری سے نوازا، الحمدُللہ تعالیٰ۔

میری محنت کو سراہتے ہوئے مرحوم محترم سہیل احمد صاحب شوق، نائب ایڈیٹر الفضل نے میرے تعلیمی کیریئر اور ریسرچ سے متعلق میرا تفصیلی انٹرویو لیا جو الفضل کے 1996ء کے جلسہ سالانہ نمبر میں چھپا، الحمدُللہ۔ اس طرح الفضل میری ہر کامیابی کی خوشی میں ایک خیر خواہ دوست کی طرح مسلسل میرے ساتھ رہا، یہ راہنما روشنی میرے دائیں بھی ہے اور بائیں بھی ہے، اور اوپر بھی سایہ فگن ہے۔ الحمدُللہ

"الفضل" اور خدائی فضلوں کا تسلسل

اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے فرستادے کی مسلسل تائید و نصرت فرماتا ہے، اسکی ان گنت مثالیں تاریخِ احمدیت میں انمول چمکدار ہیروں کی طرح مسلسل اپنی چمکار دکھارہی ہیں اور سعید روحیں اس راہنمائی میں راہِ حق کی طرف کھنچی چلی آرہی ہیں۔۔۔۔۔۔ جبکہ یہ چمک دشمنوں کی آنکھوں کو خیرہ اور سوچوں کو مختل کیے جارہی ہے ان کوڑھ مغزوں کو سمجھ نہیں آرہی کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ ان کی ہر معاندانہ ترکیب جماعت کی ترقی کا باعث اور انکے لیے مذلت کا باعث کیوں ہے؟ افضال کی لمبی فہرست سے کچھ ذکر درجِ ذیل ہے :

☼۔ 1908 سے قائم خلافتِ احمدیہ کا استحکام اور تسلسل، دنیا میں ہر لمحے نئے نئے پیدا ہونے والے مسائل کے حل کے لیے خلیفۂ وقت عالمِ اسلام اور جماعت احمدیہ کی مسلسل رہنمائی دے رہاہے، یہ وہ خدائی روشنی ہے جو جماعت کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے !

☼۔ 1898ء میں مسیحِ وقت کی دعاؤں سے قائم ہونے والے قادیان میں مدرسہ تعلیم الاسلام، پرائمری سے میٹرک، انٹر کالج اور ڈگری کالج کے مدارج طے کر تا ہوا، پاکستان اور بیرونی پاکستان کے طلباء کو گزشتہ ایک صدی سے علم سے منور کر رہاہے۔ اور اب اس نظامِ تعلیم کے تسلسل میں قائم ہونے والے ادارے اکنافِ عالم میں علم کی روشنی سے خلق اللہ کو منور کر رہے ہیں۔

☼۔ جماعت میں نئے علماء کی تیاری کے لیے مدرسہ احمدیہ 1898ء میں قادیان دارالامان میں قائم کیا گیا۔ جس کے تسلسل میں ساری دنیا میں مسلسل قائم ہونے والے جامعاتِ احمدیہ میں تربیت پانے والے منادی، اسلام کا پیغام دنیا کی چار جہات میں پھیلانے کے لیے ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں کھیپ در کھیپ فارغ ہو رہے ہیں۔ یہ علماء نہ صرف اسلامی علوم بلکہ دنیاوی علوم کے ماہر، ان شاءاللہ دنیا کو جلد اسلام کے جھنڈے تلے جمع کریں گے۔

☼۔ 1891ء میں قادیان میں پہلے سالانہ جلسے کا انعقاد ہوا، جس میں 75 خوش نصیب افراد شامل ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے ہر ملک میں منعقد ہونے والے جلسہ ہائے سالانہ کے ایم ٹی اے پر دکھائے جانے والے مناظر دنیا کے کناروں تک تبلیغ کے پہنچنے کا روح پرور نظارہ پیش کرتے ہیں۔

☼۔ اور یہ الفضل چار ورقی اخبار جو 1913ء کی صبح شروع ہوا، تمام انسانی حدود و قواعد میں رہتے ہوئے گزشتہ سو سال کے دوران دشمنوں کی نیندوں اور دل کے سکون کو حرام کیے ہوئے ہے۔ اب اس کا انٹر نیشنل ایڈیشن دیارِ مغرب میں بھی ذوفشاں مسلسل ترقی کی طرف گامزن ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے الفضل کا تازہ بتازہ شمارہ، بلکہ اس کے سالہائے گزشتہ کے شماروں کا خزانہ انٹر نیٹ پر مہیا ہے۔ کمپیوٹر کی ایک کلک پر ہر شمارہ دستیاب ہے۔ صبح نماز کے بعد الفضل کا تازہ شمارہ ذہنی سکون اور ازدیادِ ایمان کا باعث بنتا ہے۔ الحمدُللہ

الفضل تاریخ کے جھروکے سے

یہ قدرتی بات ہے جب کوئی کسی روشنی میں زندگی کا سفر طے کر رہا ہوتا ہے، تو کبھی نہ کبھی اس کی نظر روشنی کا منبع جاننے کے لیے پیچھے اُٹھ جاتی ہے۔ الفضل کا ماضی شاندار اور مستقبل تابناک ہے، کیونکہ یہ چشمۂ رواں 18 جون 1913ء بروز بدھ اپنے بانی کی معصوم مستجاب دعا

"میں الفضل کی کشتی کے چلانے کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور بصد عجز و انکسار دعا کرتا ہوں کہ۔۔۔ اللہ کے نام کے ساتھ اور اس کی برکت سے اس کا

چلنا اور لنگر ڈالنا ہو۔ تحقیق میرا ربّ بڑا بخشنے والا اور رحیم ہے۔۔۔ اسکے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں پر وسیع کر اور آنے والی نسلوں کے لیے بھی اس کو مفید بنا اور بہت سی جانوں کو ہدایت ہو۔"

کی برکت سے پھوٹا، اور ہزاروں لاکھوں کو سیراب کرتا ہوا اب دنیا کے دوسرے ممالک کو سیراب کر رہا ہے، الحمدُللہ تعالیٰ۔

گو الفضل کے ماتھے کا خوبصورت جھومر آیتِ مبارکہ۔۔۔ انّ الفضل بید اللّٰہ یؤتیہ من یشاء "یقیناً فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اسے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے"۔۔۔ دنیاداروں کے خود ساختہ قواعد و قوانین نے چھین لیا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت الفضل کی دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی سے ثابت ہے۔ خدائی فضل ہمیشہ الفضل کے ساتھ رہا ہے، اور رہے گا! ان شاء اللہ تعالیٰ

تکمیلِ رسالت اور تکمیلِ اشاعت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تکمیل رسالت و ہدایت ہوئی جبکہ مسیحِ موعود علیہ السلام کے زمانے میں صحف کی اشاعت اور اقوام کا اجتماع مقدر تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سوانح پاک کا مطالعہ کیجیے کس لگن اور محنت سے ان نامساعد حالات میں تصنیف، کتابت، پروف دیکھنے، اشاعت کے دماغ سوز مراحل، لاہور، امرتسر اور بٹالے کے مختلف چھاپہ خانوں میں میلوں پیدل، ٹوٹی پھوٹی سڑکوں پر ہچکولے کھاتے تانگوں، بیلوں پر تھکا دینے والے سفر، کاتبوں اور چھاپہ خانوں کے مالکوں کے حیلے بہانے۔ حضورؑ نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہمت اور توفیق سے یہ سب کچھ سہا اور صحف کے چھپوانے کا انتظام فرمایا۔ ازل سے یہ سعادت اس مردِ جری کے نام لکھی تھی، علیک السلام۔

خدا کی وحی سے ہدایت یافتہ لوگ دیکھتے ہی دیکھتے اس گُل رعنا کی جنتی خوشبو پر اکنافِ عالم سے پروانہ وار آ کر حضور کے ارد گرد قادیان میں آ کر آباد ہوئے۔ وہ بستی جسکا نقشہ حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی 1885ء میں ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

"جدھر نگاہ اُٹھاؤ ویرانہ کھنڈر، عمارات برباد اور مکانات مسمار، بچے کھچے اکثر مقفل اور بے چراغ، خال خال کوئی آباد، اور جو آباد بھی تھے ان پر بھی ایک قسم کی اُداسی برستی دکھائی دیتی تھی جیسے کسی اُجڑے دیار کا سوگ منا رہے ہوں۔۔۔ زیادہ سے زیادہ پانچ سو نفوس رہتے ہونگے۔۔۔ تعلیم کا یہ حال تھا کہ (حضور کے) اس خاندان اور اس سے تعلق رکھنے والوں کو الگ کر کے بمشکل ایک یا زیادہ سے زیادہ دو فیصدی معمولی نوشت و خواند کے آدمی مل سکتے ہوں گے"۔ (الحکم 14 فروری 1940)

اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

میں تھا غریب و بے کس و گم نام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا
اک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا

رستوں کے گڑھے، معاندین کی کھڑی کی ہوئی روکوں کو عبور کرتے ہوئے اکنافِ عالم سے کھنچے آتے لوگ مسیح وقت کے دست و بازو بن کر اس کٹھن کام میں آپ کے ممد و معاون بن کر خدائی انعامات سے سرفراز ہوئے، اور اس روحانی کشش نے اس سیلِ رواں کو ایک متلاطم خیر و برکت کے سمندر میں بدل دیا۔

ایں چشمہ ءِ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرہِ زِ بحرِ کمالِ محمد است

اور دیکھتے دیکھتے یہ بستی ایک ہنستا بستا شہر بن گئی اور اکنافِ عالم میں شہرت پا گئی۔

حرفِ آخر

"الفضل" کا پہلا اداریہ

"خدا کا نام اور اس کے فضلوں اور احسانوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے اُس سے نصرت و توفیق چاہتے ہوئے الفضل جاری کرتا ہوں۔۔۔ میرے حقیقی مالک، میرے متولی، تجھے علم ہے کہ محض تیری رضا حاصل کرنے کے لیے اور تیرے دین کی خدمت کے ارادے سے یہ کام میں نے شروع کیا ہے۔ تیرے پاک رسولؐ کے نام کو بلند کرنے اور ترے مامور کی سچائیاں دنیا پر ظاہر کرنے کے لیے یہ ہمت میں نے کی ہے۔۔۔ اے میرے مولیٰ اس مشت خاک نے ایک کام شروع کیا ہے اس میں برکت دے اور اسے کامیاب کر میں اندھیروں میں ہوں تو آپ ہی راستہ دکھا لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اُٹھائیں اور اس کے فیض لاکھوں نہیں کروڑوں پر وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی اسے مفید بنا"۔ الفضل 18 جون 1913

ہمارے لیے لمحہ فکریہ

"آج لوگوں کے نزدیک الفضل کوئی قیمتی چیز نہیں مگر وہ دن آ رہے ہیں اور وہ زمانہ آنے والا ہے جب الفضل کی ایک جلد کی قیمت ایک ہزار روپیہ ہو گی لیکن کوتہ بین نگاہوں سے یہ بات ابھی پوشیدہ ہے"۔۲۸ مارچ ۱۹۴۶

"اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہئے اور اپنے اخبار کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہئے اللہ تعالیٰ آپ کو ان امور پر عمل کرنے کی توفیق بخشے"۔۳۱ دسمبر ۱۹۵۴

وزیر اعظم نیوزی لینڈ اور نام نہاد مولوی

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

وہ جو کافر تھی مسلماں ہو گئی
رنج و غم میں سب کا درماں ہو گئی

منصفی میں سب سے آگے بڑھ گئی
ایک تا بندہ روایت کر گئی

فیصلے حکمت سے اس نے کر دئے
دامنِ دل موتیوں سے بھر دئے

مولوی سمجھائے ہے اجروثواب
اُس کا مسلک سب سے اعلیٰ لاجواب

سب مسلمانوں سے وہ باہر ہوا
اُس کے مسلک سے جُدا کافر ہوا

نفرت و دہشت کے تم بانی ہوئے
قتل و غارت میں تو خاقانی ہوئے

خوبصورت دین کو رُسوا کیا
کس قدر ہے ظلم مُلّا نے کِیا

مولوی آپے سے باہر ہو گیا
کیوں مسلماں بن کے کافر ہو گیا

سیکھ لو غیروں سے ہی اسلام کو
ورنہ تم دیکھو گے بد انجام کو

کیا آپ نے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی سب کتابوں کا مطالعہ کر لیا ہے؟

جو کتابیں آپ نے پڑھ لی ہیں، ان پر نشان لگائیں اور جو نہیں پڑھیں انہیں amibookstore.us سے خرید کر مطالعہ فرمائیں۔

روحانی خزائن جلد نمبر ۱
- ☐ براہین احمدیہ چہار حِصص

جلد نمبر ۲
- ☐ پُرانی تحریریں
- ☐ سُرمۂ چشمِ آریہ
- ☐ شحنۂِ حق
- ☐ سبز اشتہار

جلد نمبر ۳
- ☐ فتحِ اسلام
- ☐ توضیحِ مرام
- ☐ ازالۂ اوہام

جلد نمبر ۴
- ☐ الحق مُباحثہ لدھیانہ،
- ☐ الحق مباحثہ دہلی
- ☐ آسمانی فیصلہ
- ☐ نشانِ آسمانی
- ☐ ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات

جلد نمبر ۵
- ☐ آئینہ کمالاتِ اسلام

جلد نمبر ۶
- ☐ برکاتُ الدعا
- ☐ حُجّۃُ الاسلام
- ☐ سچائی کا اظہار
- ☐ جنگِ مقدس
- ☐ شہادۃُ القرآن

جلد نمبر ۷
- ☐ تحفۂ بغداد
- ☐ کراماتُ الصّادقین
- ☐ حمامۃُ البُشریٰ

جلد نمبر ۸
- ☐ نُورُالحق دو حصّے
- ☐ اتمامُ الحُجّۃ
- ☐ سِرُّالخلافۃ

جلد نمبر ۹
- ☐ انوارِ اسلام
- ☐ مِنَنُ الرّحمان
- ☐ ضیاءُالحق
- ☐ نورُالقرآن دو حصّے
- ☐ معیارُ المذاہب

جلد نمبر ۱۰
- ☐ آریہ دھرم
- ☐ سَت بَچن
- ☐ اسلامی اصول کی فلاسفی

جلد نمبر ۱۱
- ☐ انجامِ آتھم

جلد نمبر ۱۲
- ☐ سراجِ منیر
- ☐ استفتاء
- ☐ حُجّۃُاللّٰہ
- ☐ تحفۂ قیصریہ
- ☐ محمود کی آمین

جلد نمبر ۱۳
- ☐ کتابُ البریہ
- ☐ البلاغ
- ☐ ضرورۃُ الامام

جلد نمبر ۱۴
- ☐ نجمُ الہدیٰ
- ☐ رازِ حقیقت
- ☐ کشفُ الغطاء
- ☐ ایّامُ الصُّلح
- ☐ حقیقتُ المہدی

جلد نمبر ۱۵
- ☐ مسیح ہندوستان میں
- ☐ ستارہ قیصرہ
- ☐ تریاقُ القلوب
- ☐ تحفہ غزنویہ
- ☐ روئیدادِ جلسہ دعاء

جلد نمبر ۱۶
- ☐ خطبۃ الہامیۃ
- ☐ لُجَّۃُ النُّور

جلد نمبر ۱۷
- ☐ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد
- ☐ تحفہ گولڑویہ
- ☐ اربعین

جلد نمبر ۱۸
- ☐ اعجازُالمسیح
- ☐ ایک غلطی کا ازالہ
- ☐ دافعُ البلاء
- ☐ الہدیٰ
- ☐ نزولُ المسیح
- ☐ گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے
- ☐ عصمتِ انبیاء علیہم السلام

جلد نمبر ۱۹
- ☐ کشتیٔ نوح
- ☐ تحفۃُ الندوہ
- ☐ اعجازِ احمدی
- ☐ ریویو بر مباحثہ چکڑالوی بٹالوی
- ☐ مواہبُ الرحمان
- ☐ نسیمِ دعوت
- ☐ سناتن دھرم

جلد نمبر ۲۰
- ☐ تذکرۃُ الشّہادتین
- ☐ سیرۃُ الابدال
- ☐ لیکچر لاہور
- ☐ اسلام (لیکچر سیالکوٹ)
- ☐ لیکچر لدھیانہ
- ☐ رسالہ الوصیت
- ☐ چشمۂ مسیحی
- ☐ تجلّیاتِ الٰہیہ
- ☐ قادیان کے آریہ اور ہم
- ☐ احمدی اور غیر احمدی میں فرق

جلد نمبر ۲۱
- ☐ براہین احمدیہ جلد پنجم

جلد نمبر ۲۲
- ☐ حقیقۃُ الوحی
- ☐ اَلاِستفتاء
- ☐ قصیدہ عربی

جلد نمبر ۲۳
- ☐ چشمۂ معرفت
- ☐ پیغامِ صُلح

احمدیہ کتب کے لئے amibookstore.us کی سہولت سے فائدہ اٹھائیں۔